تاویل کا علم دیا ہو اور دین میں فہم و فقاہت کا درجہ عطا کیا ہو کسی اور پر نہیں کھلتے۔ چنانچہ منکرین نے تو اس کا صاف انکار کر دیا ہے کہ جو بات خواہش کے مخالف ہو۔ اس پر رضا کا تصور ہی کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

رضا کی فضیلت کے بیان میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (پ ۱۱ ع ۲)

"اللہ ان سے راضی رہیگا اور وہ اللہ سے راضی"

اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (پ ۲۷ ع ۱۳)

"کیا؟ بھلائی کا بدلہ احسان (بھلائی) کے سوا کچھ اور ہے؟"

اور احسان کی منتہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے راضی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے رضامند ہونا یہی بندے کے (اللہ سے) راضی ہونے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ:

مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

"جنت میں عمدہ مکانات ہیں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کی رضامندی ان سب سے بڑی ہے۔" (پ ۱۰ ع ۱۵)

اس میں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے رضا کا درجہ جنات عدن سے بھی بڑھا دیا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَتَجَلّٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فَيَقُوْلُ سَلُوْنِىْ فَيَقُوْلُوْنَ رِضَاكَ

"حق سبحانہ وتعالٰے مومنین کو اپنا جلوہ دکھائے گا پھر فرمائے گا کہ مجھ سے مانگو۔ وہ کہیں گے کہ تمہاری رضا مانگتے ہیں۔" (احیاء - بزار و طبرانی)

دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا رضا کی بہت بڑی فضیلت ثابت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ :

یُدْعٰی اِلَی الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الَّذِیْنَ یَحْمَدُوْنَ اللہَ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ حَالٍ (عوارف)

" وہ لوگ جو سب سے پہلے قیامت کے دن جنت میں بلائے جائیں گے وہ ہونگے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے ہونگے۔" (عوارف)

عبدالعزیز بن ابی رواد کہتے ہیں کہ " جو کی روٹی اور سرکہ کھانے اور اُونی کپڑے پہننے میں کیا شان ہے؟ اصل شان یہ ہے کہ اللہ جل وعلا سے (ہر حال میں) راضی ہا جائے۔"

اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ " میں ایک انگارے کو منہ میں ڈالوں اور چاٹوں اور وہ مجھے جلا دے جتنا بھی جلا سکے تو یہ بات مجھے بہ نسبت اس کے بہت پسند ہوگی کہ میں کسی چیز کو موجود ہو یہ کہوں کہ کاش! یہ نہ ہوتی اور جو چیز نہ ہو اس کے لیے کہوں کہ کاش! یہ ہوتی۔"

یہاں پر یہ بحث بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ دعا رضا کے مخالف نہیں اور دعا کرنے والا مقامِ رضا سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح سے گناہوں سے کراہت اور گنہگاروں اور اسبابِ معصیت سے بغض وعداوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ گناہوں کے زائل کرنے کی کوشش کرنا رضا کے مخالف نہیں۔

اسی مسئلہ میں بعض بیہودے دھوکے میں پڑے ہوئے غلطی کر بیٹھے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کفر اور فسق وفجور سب اللہ تعالیٰ کے قضا وقدر ہی سے ہوتے ہیں تو ان پر بھی رضا واجب ہے لیکن در اصل یہ شریعت کے اسرار سے غفلت اور تاویل سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ اب ان دونوں باتوں کو سمجھ لو۔

دعا جس کا ذکر ہوا۔ یہ تو ہمارے لیے عبادت بنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں کی کثرت اس بات پر صاف دلالت کر رہی ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقاماتِ رضا میں سب سے بلند درجہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کی اس طرح تعریف فرمائی

ہے کہ:

يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ۔ (پ ۱۷ ع ۶)

"وہ ہم سے ڈر اور رغبت سے دعائیں مانگتے ہیں۔"

اور دوسری بات یعنی گناہوں کی کراہت اور ان پر نہ راضی ہونا ان کو بھی حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے عبادت بنا دیا ہے اور ان باتوں پر رضامند ہونے کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (پ ۱۱ ع ۶)

"بیشک جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی اور راضی ہو گئے دنیوی زندگی پر اور اسی میں جی لگا بیٹھے۔"

(آخر میں فرماتے ہیں) کہ "ایسوں کا آگ میں ٹھکانا ہے"۔ اور ارشاد ہے کہ:

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ ۱۰ ع ۱۸)

وہ راضی ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ پس وہ نہیں جانتے۔"

اور ایک مشہور حدیث میں ہے کہ:

مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِيَ بِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَدْ فَعَلَهٗ (احیاء)

"جو شخص کسی برے کام پر حاضر ہوا اور اس سے راضی ہوا تو گویا اس نے خود وہ کام کیا۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

"اَلدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ (احیاء — دیلمی)

"برائی کی طرف رہنمائی کرنے والا برائی کرنے والے کی طرح ہے۔"

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بندہ منکر (برائی) سے غائب بھی رہتا ہے مگر اس پر برائی کرنے والے کی طرح برائی لکھی جاتی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس طرح ہو

سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس برائی کی جب خبر اسے پہنچے تو وہ اس پر راضی ہو جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

لَوْ اَنَّ عَبْدًا قُتِلَ بِالْمَشْرِقِ وَرَضِیَ بِقَتْلِهٖ اٰخَرُ بِالْمَغْرِبِ كَانَ شَرِيكًا فِي قَتْلِهٖ۔ (احیاء)

"اگر ایک شخص مشرق میں قتل کیا جائے اور دوسرا مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو وہ بھی اس کے قتل میں شریک سمجھا جائے گا۔"

باقی رہا کفار اور فجار سے بغض و عداوت اور ان کو ملامت کرنا، تو اس بارہ میں اس قدر نصوص وارد ہو چکے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ارشاد الٰہی ہے کہ:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

"مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔" (پ۳ ع۱۱)

اور ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔" (پ۶ ع۱۲)

اور ارشاد ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پ۸ ع۲)

"اسی طرح ہم ساتھ ملائیں گے بعض گنہگاروں کو بعض سے، بہ سبب ان کے اعمال کے۔"

اور حدیث شریف میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخَذَ الْمِيْثَاقَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ اَنْ يُّبْغِضَ كُلَّ مُنَافِقٍ وَعَلٰى كُلِّ مُنَافِقٍ اَنْ يُّبْغِضَ كُلَّ مُؤْمِنٍ۔ (احیاء)

"اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مسلمان سے (ازل میں) یہ عہد لیا ہے کہ ہر ایک منافق سے بغض رکھے اور ہر ایک منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک مسلمان سے بغض رکھے۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ (متفق علیہ)

" آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوگی ۔"

اور فرماتے ہیں کہ :

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا وَّ وَالَاهُمْ حُشِرَ مَعَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (احیاء ۔ طبرانی)

" جو شخص کسی قوم سے محبت اور دوستی رکھتا ہے قیامت کے دن انہیں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا ۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ الْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ (احیاء ۔ احمد)

" ایمان کا سب سے زیادہ مضبوط اور محکم دستاویز اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھنا ہے ۔"

یہاں پر اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضائے الٰہی پر راضی ہونا چاہیے ۔ اگر تم کہو کہ معاصی قضائے الٰہی سے نہیں ہیں تو یہ تو محال ہے اور اگر کہو کہ قضائے الٰہی سے ہیں (چنانچہ واقع میں بھی ایسا ہی ہے) تو پھر ان سے کراہت اور ان کو برا جاننا یہ تو خود قضائے الٰہی سے کراہت اور دشمنی ہے تو ان دونوں باتوں کے جمع کرنے کی کیا صورت ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باتیں واقعی ان لوگوں پر جو اسرار علوم کے سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں ملتبس اور پیچیدہ ہو جاتی ہیں ۔ چنانچہ ایک جماعت پر جب یہ صورت ملتبس ہوئی تو انہوں نے خاموشی کو مقاماتِ رضا میں سے ایک مقام سمجھ لیا اور انہوں نے اس کا نام حسن خلق رکھا حالانکہ یہ سراسر جہالت ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ رضا اور کراہت واقعی ضد اور مخالف ہیں لیکن اس صورت میں جبکہ ایک ہی چیز پر ایک ہی جہت اور ایک ہی حیثیت سے وارد ہوں لیکن اگر ایک چیز پر دو جہت اور دو حیثیتوں سے جمع ہو جائیں تو پھر نہ ضدیت ہے اور نہ مخالفت ۔ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز کو ایک حیثیت

سے تم اُسے بُرا جانو اور دوسری حیثیت سے اس کو پسند کرو مثلاً تمہارا دشمن مرجائے اور وہ تمہارے دوسرے دشمنوں کا بھی دشمن ہو اور ان کے قتل کے درپئے ہو۔ اس صورت میں اس دشمن کی موت کو تم بُرا بھی جانتے ہو اس لیے کہ تمہارے دشمنوں کا دشمن مر گیا اور پسند بھی کرتے ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ تمہارا بھی تو دشمن تھا۔

اسی طرح سے معصیت کی بھی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت بہ نسبت خداوند تعالیٰ کے ہے کہ یہ معصیت اس کے حکم، اس کے ارادہ اور اختیار سے ہے تو اس صورت میں اسے پسند کیا جائیگا کہ ملک مالک الملک کو سونپ دیا جاتا ہے۔

اور دوسری حیثیت بہ نسبت بندے کے ہے کہ اسی بندہ نے اس کا کسب کیا ہے اور یہ اسی کی وصف ہو چکی ہے اور یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ بندہ اللہ کا ناپسندیدہ اور مبغوض ہے کہ اس پر دُوری کے اسباب کو مسلط کر دیا ہے تو اس حیثیت سے یہی معصیت منکر اور بری ہو جاتی ہے۔

اخلاص

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۝

" اور نہیں حکم کیے گئے تھے مگر اس کا کہ اللہ کی عبادت کریں، اس طرح پر کہ خالص رکھیں اسی کے لیے عبادت کو (سب سے) (پ ۳۰ ع ۲۳)

اور ارشاد ہے کہ:

" اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ " (پ ۲۳ ع ۱۵)

" خبردار ہو جاؤ کہ اللہ ہی کے لیے خالص عبادت ہے۔"

اور ارشاد ہے کہ:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۵ ع ۱۸)

" مگر جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنی حالت سنوار لی اور مضبوط پکڑ لیا اللہ کو اور خالص کر لیا اپنا دین اللہ کے لیے تو وہ ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے۔"

اور ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (پ ۱۶ ع ۲)

"پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے تو چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ تَعَالٰی

"تین چیزیں ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کا دل ان کی وجہ سے کھوٹ میں نہیں پڑتا ان میں سے ایک اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہے۔" (احیاء۔ ترمذی)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْاِخْلَاصُ سِرٌّ مِّنْ سِرِّیْ اَسْتَوْدَعْتُهٗ قَلْبَ مَنْ اَحْبَبْتُ مِنْ عِبَادِیْ۔ (احیاء۔ احمد وغیرہ)

"حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سِر ہے۔ اس کو میں نے امانت رکھا ہے اس شخص کے قلب میں جس کو میں اپنے بندوں میں سے پسند رکھتا ہوں اور محبت کرتا ہوں۔"

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "تم قلتِ عمل سے غمگین نہ ہو بلکہ قبولیت کا اہتمام کرو۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو فرمایا تھا کہ

اَخْلِصِ الْعَمَلَ يُجْزِكَ مِنْهُ الْقَلِيْلُ (احیاء۔ دیلمی)

"عمل میں اخلاص پیدا کرو تو پھر تمہیں تھوڑا عمل بھی کافی ہو گا۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

مَا مِنْ عَبْدٍ يُخْلِصُ لِلّٰهِ الْعَمَلَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اِلَّا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ۔ (احیاء۔ ابن عدی وغیرہ)

"جو شخص چالیس دن اللہ کے لیے اخلاص سے عمل کرے تو حکمت کے چشمے اس کے قلب سے زبان پر پھوٹ پڑیں گے۔"

میں نے ابتداءِ کتاب میں ذکر کیا تھا کہ اخلاص عمل کا روح ہے پس جس طرح سے کہ جسم بغیر روح کے بیکار ہے۔ اسی طرح عمل بغیر اخلاص کے بھی کوئی نفع نہیں بخشتا۔ فرمایا ہے کہ اخلاص نہایت مشکل ہے مگر جس کے لیے کہ خداوند تعالیٰ آسان فرما دے۔ بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ انسان اُن میں بہت تکلیف اور بڑی مشقت اٹھاتا ہے اور اس کا گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور اسی کی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں جو آفت اور نقصان ہے اس کو نہیں دیکھتا جس طرح کہ ایک بزرگ کی حکایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے تیس برس کی نماز جس کو میں نے مسجد میں اور پہلی صف میں پڑھا تھا، قضا کر لی (لوٹالی) اس لیے کہ ایک دن کسی عذر کی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی اور دوسری صف میں مجھے نماز پڑھنی پڑی۔ تو مجھے بڑی خجالت ہوئی کہ لوگوں نے آج مجھے دوسری صف میں دیکھا ہے جب جا کے میں سمجھا کہ پہلی صف میں لوگوں کا دیکھنا ہی میری مسرت اور میرے قلب کے استراحت کا سبب تھا اور اس بات کو میں آجتک نہ سمجھا کہ اس میں اخلاص نہیں۔

اور یہ بات نہایت باریک اور پوشیدہ ہے بہت ہی کم اعمال ان جیسی صورتوں سے بچتے ہوں گے اور بہت ہی کم وہ لوگ ہوں گے جو اس بات کی تہہ کو پہنچ کر اطلاع پاتے ہوں گے۔ ہاں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو وہ تو اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

اور جو اس سے غافل ہیں وہ اپنی ساری بھلائیوں کو قیامت کے دن برائیوں کی صورت میں دیکھیں گے۔ اور انہی لوگوں کی طرف حق تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ:

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا۔ (پ ۲۴ ع ۲)

"اور ان کو ظاہر ہوگا اللہ کی طرف سے جس کا ان کو گمان ہی نہ تھا اور ان پر کھل جائیں گی برائیاں ان اعمال کی جو انہوں نے کیے تھے۔"

اور اس ارشاد میں کہ:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (پ ۱۶ ع ۳)

وہ کہدو کیا ہم تمکو ایسے لوگ بتلائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش گئی گزری دنیا کی زندگی میں ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔"

اور ساری مخلوق میں سے زیادہ اس فتنے میں علماء مبتلا ہوتے ہیں اس لیے کہ اکثر علماء کی اشاعتِ علم کا سبب اپنے غلبہ و برتری کی خواہش، اور لوگوں کو تابع فرمان بنانے اور تعریف و توصیف کی خوش کن خبروں کے سننے کی خوشی ہی ہوتی ہے اور شیطان ان پر اس بات کو ملتبس اور پوشیدہ کر دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ تمہاری غرض تو محض دین الٰہی کی اشاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی حفاظت ہی ہے۔ تم اکثر واعظوں کو دیکھو گے کہ وہ لوگوں کو پند و نصیحت کہنے اور سلاطین کے سامنے وعظ کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہوں گے اور آپ اپنی طرف لوگوں کے متوجہ ہونے اور اپنی بات کے قبول کرنے سے خوش ——————— ہو رہے ہوں گے۔

لیکن اس کے ساتھ پھر دعویٰ یہ ہوگا کہ ان کی خوشی اور فرحت فقط اس سبب سے ہے کہ اس میں دین کی نصرت ہے۔

لیکن اگر ان کے اقران و امثال میں سے کوئی ان سے بھی اچھا واعظ پیدا ہو گیا اور لوگوں نے اسی کی طرف رُخ کر لیا تو یہ بات آپ کو بہت بُری معلوم ہوگی اور سخت غمگین ہو جائیں گے۔ حالانکہ اگر ان کے وعظ کا سبب محض دین ہی دین ہوتا تو حق سبحانہ وتعالےٰ کا شکر بجا لاتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہم کے لیے دوسرے کو بھیجا اور ہمیں فراغت ہو گئی۔ لیکن پھر بھی شیطان اُن کو نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمہیں یہ غم تو یوں ہو رہا ہے کہ وہ ثواب تم سے منقطع ہو گیا۔ اس وجہ سے تھوڑا ہی غم ہے کہ لوگ تجھ سے پھر گئے اور دوسرے کے ہو لیے بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر تمہارے وعظ سے نصیحت لیتے اور بہرہ یاب ہوتے تو اس کا ثواب تمہیں ہی پہنچتا۔ اور ثواب کے منقطع ہو جانے سے

جو تمہیں غم ہو رہا ہے یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بیچارہ اس بات کو نہیں جانتا کہ حق اور امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی افضل ہے اسی میں ثواب زیادہ ہے اور یہی آخرت میں فائدہ مند ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اکیلے ہی ہوتے۔

اور سنیئے! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلافت قبول کرنے سے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغموم ہوتے تو تم ہی کہو کہ ان کا یہ غم اچھا ہوتا یا بُرا؟ ہر ایک دیندار شخص بغیر شک وشبہ کے کہہ دے گا۔ کہ اگر ایسا ہوتا تو واقعی یہ صورت بُری ہوتی۔ اس لیے کہ ان کے لیے حق کی اطاعت اور یہ منصب ایسے شخص کو سونپ دینا جو ان سے زیادہ صالح اور لائق تھے دین میں زیادہ فائدہ مند تھا بہ نسبت اس کے کہ خود مصالح مخلوق کے کفیل بنتے۔ اگرچہ اس صورت میں ثواب بھی بہت تھا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت خوش ہوئے کہ اس منصب پر ایسا شخص فائز ہوا ہے جو ان سے اس بارہ میں زیادہ بہتر اور مستحق ہے۔ پس آخر کیا وجہ ہے کہ علماء ان جیسی باتوں سے خوش نہیں ہوتے۔

سچائی کے بیان میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (پ۲۱ ع ۱۹)

"(صحابہ) ایسے لوگ ہیں کہ سچ کر دکھایا جس بات پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَالْفُجُوْرُ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا۔ (احیاء ـ متفق علیہ)

"سچائی نیکی کی طرف ہدایت کرتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ اور

جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک صدیق (سچا) لکھا جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کا راستہ دکھاتا ہے اور بدکاری دوزخ تک لیجاتی ہے۔ اور جو آدمی جھوٹ بولا کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کے نزدیک کذاب (جھوٹا) لکھا جاتا ہے۔"

اور صدق (سچائی) کی تعریف اور فضیلت میں یہی کافی ہے کہ صدیق اسی سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کے ساتھ مدح وثنا کے موقعہ پر انبیاء علیہم السلام کا وصف بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرٰهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا (پ ۱۶ ع ۶)

"اور ذکر کرو کتاب میں ابراہیمؑ کا بیشک وہ سچے نبی تھے۔"

اور فرمایا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا۔ (پ ۱۶ ع ۷)

"اور ذکر کرو کتاب میں اسمٰعیلؑ کا واقعی وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول نبی تھے۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔ (پ ۱۶ ع ۷)

"اور ذکر کرو کتاب میں ادریسؑ کا بیشک وہ سچے نبی تھے۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں جس انسان میں ہونگی تو وہ بڑے فائدہ میں ہے، سچائی، حیا، حسن خلق، اور شکر۔

میں کہتا ہوں کہ سچائی کی تعریف میں یہی کافی ہے کہ آیۃ کریمہ میں نبیین کے درجہ کے بعد اور شہدا اور صالحین کے اوپر صدیقین کا درجہ مندرج ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۔ (پ ۵ ع ۶)

"جو اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا علم کافی ہے۔"

(احیاء العلوم کا اختصار یہاں تک ختم ہو گیا)

نوٹ: شاید تمہارے دل میں یہ بات کھٹکے کہ جو احادیث اس فصل میں روایت کی گئی ہیں ان میں سے بعض صحت کے درجہ پر پوری نہیں اترتیں تو اس کے لیے تمہیں احیاء العلوم کی شرح مصنفہ زبیدی دیکھنی چاہیئے۔

اے عزیز! تمہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب نیکیوں کی توفیق دی ہے (اللہ تعالیٰ تمہارا علم وعمل اور زیادہ فرمائے) تم کو اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اخلاص (جس کو اعمال بدنیہ اور قلبیہ میں وہ درجہ حاصل ہے جو روح کو جسم میں ہے) اس وقت تک متحقق ومستحکم نہیں ہو سکتا جب تک کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں صدق وصحت نہ پیدا کی جائے اور اپنے معاملہ کی درستی اس فن شریف کے جاننے پر موقوف ہے اس لیے میں تمہارے سامنے اس فن کا ایک دروازہ کھولتا ہوں جس کو میں نے کتاب حکم مصنفہ عارف باللہ شیخ احمد بن محمد بن عبد الکریم بن عطاء اللہ اسکندرانی (اللہ تعالےٰ ان کے مزار کو منور فرمائے) سے منتخب کیا ہے۔ اس لیے کہ کتاب مذکور اس فن کا لُبّ لباب ہے۔

فصل

شیخ ممدوح فرماتے ہیں "رضی اللہ تعالیٰ عنہ":

(۱) لغزش اور معصیت صادر ہونے کے وقت عفو کی امید میں نقصان کا ہونا اپنے اعمال پسندیدہ پر اعتماد کی علامت ہے۔

(۲) اسباب دنیاوی سے تجرید اور قطع ظاہری کی تیری خواہش باوجودیکہ خداوند تعالےٰ شانہٗ نے تجھ کو اسباب میں استقامت عطا فرمائی، شہوت پنہانی ہے۔ اور تیرا اسباب کا پابند ہونا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اسباب میں راسخ قدم کیا بلند ہمتی سے پستی کی طرف گرنا ہے۔

(۳) تدبیر کی تعب سے اپنے نفس کو راحت دے کیونکہ جو اللہ جل وعلا نے تیرے غیر پر مقدر کر کے تجھ سے اٹھالیا ہے۔ اس کو تم اپنے نفس کے لیے نہیں اٹھا سکتے۔

(۴) ان امور میں تیری کوشش کرنا جن کا وہ تیرے لیے کفیل ہو چکا ہے اور ان امور میں تیری کوتاہی کرنا جن کا وہ تجھ سے طالب ہے تیرے چراغ عقل کے گل ہونے کی دلیل ہے؛

(۵) دعا میں گڑگڑانے کے باوجود عطا میں تاخیر کا ہونا تجھے قبولیت دعا سے کہیں مایوس نہ کر دے۔

(۶) کیونکہ وہ تیری اجابت کا اس امر میں کفیل ہوا ہے جس کو وہ خود تیرے لیے پسند فرماتا ہے نہ جس کو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جس وقت کہ وہ چاہتا ہے نہ جس وقت کہ تو چاہتا ہے۔

(۷) اے بندہ! موعود کا باوجود وعدۂ الٰہی کے ظہور پذیر نہ ہونا تجھے شک میں نہ ڈال دے اگرچہ یہ تاخیر آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شک تیری عقل کی آنکھ پھوڑ دے اور چراغِ قلب کا نور بجھا دے۔

(۸) جب حق تعالیٰ نے تیرے لیے اپنی معرفت کا کوئی دروازہ کھول دیا تو اس کے ہوتے ہوئے قلت عمل کی پرواہ نہ کر کیونکہ اس نے تیرے لیے یہ دروازہ صرف اس لیے کھولا ہے کہ اپنی معرفت تجھے عطا کر دے۔ کیا؟ تم نہیں جانتے کہ نعمت معرفت باری تعالیٰ تمہیں عطا کرتا ہے اور تم اعمال اس کی جناب میں پیشکش کرتے ہو اور تیرے ہدیہ کو باری تعالیٰ کی عطا سے بھلا کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

(۹) اعمال کی جنسیں اس لیے مختلف اور متنوع پیدا ہوئی ہیں تاکہ ان پر مختلف اور متنوع واردات الٰہیہ متفرع ہو سکیں۔

(۱۰) بندے کے اعمال صرف بے جان صورتیں ہیں۔ اور سرِّ اخلاص کا وجود ان میں بمنزلہ روح ہے۔

(۱۱) اپنے وجود کو گمنامی کی زمین میں دفن کردے اس لیے کہ جو بیج بویا نہ گیا ہو وہ پھلتا نہیں۔

(۱۲) کیا قلب منور ہوسکتا ہے؟ درآنحالیکہ اغیار موجودات کی صورتیں اس کے آئینہ میں منقش ہوں۔ اور کیا وہ حضورِ الٰہی سے مشرف ہوسکتا ہے؟ درآنحالیکہ ابھی شہواتِ نفسانیہ کی قید میں مقید ہے اور کیا وہ بارگاہِ الٰہی میں داخل ہونے کی امید کرسکتا ہے؟ درآنحالیکہ ابھی اپنی غفلتوں کی ناپاکی سے پاک نہیں ہوا اور کیا دقائق اسرار کے سمجھنے کی توقع رکھتا ہے؟ درآنحالیکہ وہ ابھی اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہیں آیا۔

(۱۳) موجودات عالم سب کے سب تاریکیاں ہیں اور ان میں جو باری تعالیٰ کا ظہور ہوا ہے اسی نے ان کو منور کر رکھا ہے تو جس کی نظر مخلوقات تک محدود ہے اور اس نے ان میں یا ان کے قریب یا ان سے پہلے یا ان کے بعد حق سبحانہ کا مشاہدہ نہ کیا تو اس کی نظرِ بصیرت وجود انوار کی جھلک سے محروم رہی اور معارف کے آفتاب اس سے آثار کے بادلوں میں چھپ گئے۔

(۱۴) حق سبحانہ وتعالیٰ کا تجھ کو اپنے مشاہدہ سے ایسی چیز کے ساتھ محجوب کرنا جو اس کے ساتھ موجود نہیں۔ اس کے قہر اور غلبہ کی بڑی دلیل ہے۔

(۱۵) کس قدر عجیب بات ہے کہ عدم میں وجود ظاہر ہوجائے اور قدیم کے ساتھ حادث ثابت رہ سکے۔

(۱۶) جس نے یہ چاہا کہ حق تعالیٰ کے ظاہر کردہ امر کے سوا اس وقت میں کوئی دوسرا امر ظاہر ہوتا تو اس نے اپنے جہل و نادانی میں کوئی دقیقہ بھی نہ چھوڑا۔

(۱۷) بجاآوریٔ اعمال کو وقت فرصت و فراغت کے لیے ٹالتے رہنا نفس کی چالوں میں سے ایک فریبانہ چال ہے۔

(۱۸) اثنائے سلوک میں کشفِ معارف و اسرار اور ظہورِ انوار کے وقت سالک کی ہمت جب توقف اور ٹھہرنے کا ارادہ کرتی ہے تو حقیقت الامر اُسے پکار کر کہتی ہے کہ ابھی

منزلِ مقصود ذرا آگے ہے اور جب مخلوقات ظاہری کا جمال ظاہر ہوتا ہے، تو ان کے حقائق چلا کر تجھ کو کہتے ہیں کہ ہم فتنہ اور آزمائشیں ہیں، ہم میں مبتلا ہو کر کفران مت کیجیو۔

(۱۹) حق سبحانہ سے تیرا کسی چیز کا طلب کرنا اس ذات پاک پر تہمت لگانا ہے گویا وہ تمہارے حال سے بے خبر ہے اور تمہاری ضروریات کا کفیل نہیں اور اس کا قرب مشاہدہ طلب کرنا یہ اس سے تیرے غائب ہونے کی علامت ہے اور ماسوی اللہ کی طلب تیری بیحیائی پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ اغراض دنیویہ ہوں یا احوال و مقامات۔ اور اپنے مولا کے سوا دوسرے سے طلب کرنا اس کی بارگاہ عالی سے بُعد اور دُوری کی وجہ سے ہے۔

(۲۰) تم پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں تیرے پروردگار نے تجھ پر کوئی حکم نافذ نہ کیا ہو خواہ وہ از قبیل طاعت و معصیت ہو یا از باب نوازش و آزمائش۔

(۲۱) جب تک کہ اس دار ناپائدار میں تجھ کو رہنا ہے مصائب اور مکروہات کے وقوع کو حیرت کی نظر سے نہ دیکھ، اس لیے کہ پردۂ غیب سے وہی ظاہر ہوتا ہے اور اس عالم میں وہی افتاد پڑتی ہے کہ وہ بسبب حکمت بالغہ الٰہیہ مستحق توصیف اور قابل تعریف ہی ہوتی ہے۔

(۲۲) وہ مقصد کچھ دشوار نہیں جس کا تو اپنے پروردگار سے خواستگار ہوا اور وہ مطلب کچھ آسان نہیں جس کا تو اپنے نفس ہی کے بل بوتے پر طلبگار رہا۔

(۲۳) ابتداء امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا ہونا انتہاء کار کی کامیابی اور فوز و فلاح کی علامت ہے۔

(۲۴) جس کی ابتدا روشن ہوتی ہے اس کی انتہا بھی درخشاں ہی ہوگی ع

سالیکہ نکو است از بہارش پیداست

(۲۵) راہِ الٰہی کے سالکوں نے انوار توجہ سے ہدایت پائی اور راستہ دیکھا اور واصلین بارگاہ ایزدی کے لیے مواجہت کے انوار خود بخود حاصل ہیں۔ تو پہلی جماعت انوار ہی کے لیے ہوتی ہے اور دوسری جماعت کے لیے ہی انوار ہوتے ہیں، اس لیے کہ گروہ

اخیر اللہ ہی کے ہو رہتے ہیں اور ماسوا کے طوق غلامی سے آزاد ہوتے ہیں۔

(۲۶) اپنے عیوب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا ان اشیاء کے حصول کی طرف نظر کرنے سے جو تجھ سے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے۔

(۲۷) حق جل وعلا حجاب میں نہیں ہے صرف تو اپنے نفسانی صفات کی وجہ سے اس کے مشاہدہ سے روکا گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شے اس کے لیے حجاب ہوتی تو اس کو ڈھانپ لیتی اور اگر اس کے لیے کوئی چیز ڈھانپنے والی ہوتی تو ضرور اس کے وجود کو احاطہ کرنے والی اور روکنے والی ہوتی، کیونکہ ہر ایک احاطہ کرنے والی چیز غالب ہی ہوتی ہے، حالانکہ حق جل وعلا سب پر غالب ہے۔

(۲۸) اپنے بشری اوصاف میں سے ہر اس وصف سے جو تیری بندگی کے مخالف ہو باہر نکل تاکہ حق سبحانہٗ کی ندا اور بلاوے کی اجابت، اور اس کی بارگاہ اقدس کی قربت حاصل کر سکو۔

(۲۹) ہر ایک معصیت، غفلت، اور شہوت کی بنیاد اپنے نفس سے رضامندی پر اور ہر ایک طاعت، عفت اور ہوشیاری کی بنیاد اپنے نفس سے نارضامندی پر ہی مبنی ہے۔

(۳۰) بصیرت کی روشنی تجھے حق تعالیٰ کے قرب کا مشاہدہ کراتی ہے اور عین الیقین تجھے اس کی محبت ذاتیہ کے ارادہ کا مشاہدہ کراتا ہے۔ اور حق الیقین محض اس کے وجود کا مشاہدہ کراتا ہے جس میں تیرے وجود اور عدم سے قطع نظر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

(۳۱) اے سالک! اپنے عزم ہمت کی باگ کو اپنے مولائے کریم سے ماسوا کی طرف نہ موڑ۔ کیونکہ وہ کریم ہے تیری امیدوں کو رد نہیں فرمائے گا۔

(۳۲) اپنی حاجت روائی غیر سے طلب نہ کر۔ اس لیے کہ اس حاجت میں اسی (حق تعالیٰ) نے تمہیں مبتلا کیا ہے۔ اور غیر اس تکلیف کو اٹھا بھی کس طرح سکتا ہے

جس کا رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہو۔ بھلا جو اپنے کشود کار کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ کس طرح غیر کی حاجت بر لا سکتا ہے۔

(۳۳) اگر تم باری تعالیٰ کی نسبت اس کی صفات کمالیہ کی وجہ سے حسن ظن نہیں رکھتے تو تم اس خوش معاملگی کے سبب سے جو اسے تیرے ساتھ ہے اس کی نسبت حسن ظن پیدا کرو۔ کیا احسانات کے علاوہ اس نے تیرے ساتھ کوئی اور سلوک بھی روا رکھا ہے؟ اور فضل و کرم کے سوا بھی اس نے کچھ تم پر نازل فرمایا ہے؟

(۳۴) کس قدر حیرت افزا بات ہے کہ انسان اس سے بھاگتا ہے جس سے اس کو جدائی نہیں اور جس سے کسی طرح وہ چھٹکارا نہیں پا سکتا اور اس کو طلب کرتا ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی طرح بقا اور وفا نہیں رکھتا۔ اس کی ظاہری آنکھیں کچھ اندھی نہیں ہیں بلکہ وہ دل اندھا اور بے بصیرت ہے جو سینے میں ہے۔

(۳۵) مخلوق سے مخلوق تک (یعنی اثر سے اثر تک) سفر نہ کر اس صورت میں تم تیلی کے بیل کی طرح ہو گے کہ جہاں پر اس کے چلنے کی انتہا ہوئی ہے وہی مقام اس کے چلنے کی ابتدا کا ہوتا ہے بلکہ تم پر لازم ہے کہ مخلوق سے خالق کی طرف اثر سے مؤثر تک سفر کرو کہ بے شک منتہائے سفر بارگاہِ الٰہی تک ہے۔

(۳۶) ایسے شخص کی ہم نشینی اور رفاقت اختیار نہ کرو کہ جس کا حال تم کو حق تعالیٰ کی محبت کی طرف آمادہ نہ کرے اور جس کا کلام (قال) باری تعالےٰ کی طاعت پر تجھ کو برانگیختہ نہ کرے۔

(۳۷) اس عمل کو کم نہ سمجھنا چاہیے جو تارک الدنیا قلب سے ظاہر ہوتا ہے اور اس عمل کو زیادہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو حریص الدنیا دل سے سرزد ہوتا ہے۔

(۳۸) ذکر میں حضور الٰہی نہ ہونے کے سبب سے ذکر کو نہ چھوڑنا چاہیے اس لیے کہ ذکر سے غافل رہنا زیادہ مضر ہے بہ نسبت اس کے کہ ذکر کیا جاوے لیکن اس میں حضور نہ ہو۔ بلکہ اس صورت میں اُمید ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے مرتبہ کو ذکر بے حضور سے بڑھا کر ذکر جس میں غفلت نہ ہو تک پہنچا دے اور ذکر بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک تمہارا رتبہ بلند

فرمائے جس میں کل ماسوی اللہ چیزیں نظر سے غائب ہو جاتی ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں

(۳۹) طاعات وحسنات کے فوت ہو جانے پر غم نہ ہونا، اور معاصی اور سیئات کے واقع ہونے پر پشیمانی کا نہ ہونا۔ موتِ قلب کی علامت ہے۔

(۴۰) کوئی گناہ تیرے خیال میں اتنا بڑا نہ ہونا چاہیے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے سے روک دے اور اس کی رحمت اور فضل سے مایوس کر دے۔ اس لیے کہ جس نے اپنے رحیم وکریم پروردگار کو پہچانا، اس نے اپنے گناہوں کو اس کے عفو وکرم کے مقابلہ میں صغیر وحقیر جانا۔

(۴۱) اگر اس کے عدل وانصاف سے معاملہ ہوا تو کوئی گناہ بھی صغیرہ نہیں اور اگر اس کے رحم وکرم سے سامنا ہوا تو کوئی گناہ بھی کبیرہ نہیں۔

(۴۲) انوارِ معرفت قلب سالک کے لشکر ہیں جس طرح سے کہ غفلت کی تاریکیاں نفس کی فوجیں ہیں۔ جب الطافِ الٰہی اپنے بندہ کی مدد کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو انوارِ معرفت کے لشکر سے کمک پہنچاتے ہیں اور اغیار اور تاریکیوں کے دستبرد سے اسے بچا لیتے ہیں۔

(۴۳) طاعت پر اس اعتبار سے نہ اترانا چاہیے کہ وہ تجھ سے (تیرے اختیار سے) ظاہر ہوئی ہے، بلکہ اس معنی کر کے خوش ہونا چاہیے کہ یہ طاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اس کی توفیق ہی سے) عمل میں آئی ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

"کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہونا چاہیے یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔" (پ ۱۱ ع ۱۱)

(۴۴) ذلت کی شاخیں طمع کے بیج سے ہی پھوٹ کر نکلتی اور پھیلتی ہیں۔

(۴۵) جس چیز سے تو نا امید ہے، اس سے آزاد ہے۔ اور جس کا تو طامع ہے اسی کا بندہ ہے۔

(۴۶) جس نے اپنے پروردگار کی طرف سے اس کے الطاف اور احسانات کی وجہ سے رخ نہیں کیا تو وہ آزمائش کی زنجیروں میں جکڑ کر اسی کے سامنے کھینچا گیا۔

(۴۷) جو نعمتوں کا شکر بجا نہ لایا۔ وہ ان کے زوال کے درپے ہوا۔ اور جس نے شکر گزاری

کی تو گویا اس نے نعمتوں کو مضبوط تشکیل (رسی) میں باندھ دیا۔

(۴۸) باریتعالیٰ کے احسان اور اپنی دائمی برائیوں سے ڈرنا چاہیئے کہ مبادا یہ تمہارے لیے استدراج (ڈھیل) کی صورت ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (پ ۹ ع ۱۲)

"ہم آہستہ آہستہ پکڑیں گے ان کو جہاں سے وہ نہ جانیں گے۔"

(۴۹) جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ توفیق الٰہی نے اس کو اوراد کا پابند و خوگر بنایا ہے تو اس عطائے الٰہی کو اس لیے حقیر نہ سمجھو کہ تم اس پر عارفین کی علامت اور واصلین کی نورانیت نہیں دیکھ رہے ہو۔ اگر تجلیات الٰہی کا اس پر ورود نہ ہوتا تو ورد کی مداومت اور یہ استقامت بھی نہ ہوتی۔

(۵۰) باریتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کو اپنی طاعت اور خدمت کے لیے مقرر فرمایا ہے اور ایک جماعت کو اپنی محبت کے لیے مخصوص کیا ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔ (پ ۱۵ ع ۲)

"ان کو اور ان کو (غرضیکہ سب کو) تمہارے رب کی عطا سے مدد کرتے ہیں اور تیرے رب کی عطا بند نہیں۔"

(۵۱) واردات الٰہیہ بسا اوقات اس لیے اچانک پیش آجاتے ہیں تاکہ بندے اپنی قابلیت اور استعداد کی وجہ سے کہیں ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔

(۵۲) جس کو تو ہر سوال کا جواب دینے والا ہر مشاہدہ کا ظاہر کرنے والا اور ہر علم کا بیان کرنیوالا دیکھے تو ان باتوں سے اس کا جہل سمجھ لو۔

(۵۳) صرف دار آخرت کو ہی اپنے مومن بندوں کے اعمال کے لیے محل جزا مقرر فرمایا، ایک تو اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ ان کو دینا چاہتا ہے یہ دار دنیا اس کو سما نہیں سکتی۔ دوسرے یہ کہ دار بے بقا میں بدلہ دینے سے ان کی قدر و مرتبہ کو برتر و بلند ٹھہرایا۔

(۵۴) جس نے اپنے عمل کا ثمرہ دنیا میں پالیا تو یہ اس کے آخرت میں قبول ہونے

کی دلیل ہے۔

(۵۵) اگر تم باریتعالیٰ کے نزدیک اپنی قدر و منزلت معلوم کرنا چاہو تو یہ دیکھو کہ اس نے تمہیں کس کام میں لگا رکھا ہے۔

(۵۶) جب تجھ کو اس نے اپنی طاعت کی توفیق کے ساتھ ماسوا سے مستغنی کر دیا تو سمجھ لو کہ تجھ کو اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔

(۵۷) ان سب چیزوں میں بہترین جو تم اپنے مولا سے طلب کرتے ہو وہ چیز ہے جس کا کہ وہ خود تجھ سے طالب ہے (یعنی عبودیت پر استقامت)

(۵۸) طاعت بجا نہ لانے پر غمگین ہونا اور باوصف اس غم کے پھر طاعت کے لیے نہ اٹھنا دھوکے میں پڑے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔

(۵۹) عارف وہ نہیں ہے کہ جب اس ذات کی طرف اشارہ کرے تو حق تعالیٰ کو اپنی طرف اپنے اشارہ سے بھی قریب تر پائے۔ بلکہ عارف حقیقی وہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کے وجود میں فنا اور اس کے مشاہدہ میں محو ہو کر اپنے اشارہ ہی سے بے نیاز و بے خبر ہو جائے۔

(۶۰) امید دراصل وہی ہے جو اعمال پسندیدہ کے ساتھ مقرون ہو۔ عمل صالح کے سوا محض رضا (امید) آرزوئے بے جا ہے۔

(۶۱) عارفین کا اللہ تعالیٰ سے بہترین مقصد یہ ہے کہ عبودیت میں سچائی اور حقوق الٰہی کی پوری بجا آوری ہو۔

(۶۲) بسط تجھ پر اس وجہ سے فرمایا کہ قبض ہی میں نہ رہ جاؤ، اور قبض اس وجہ سے کیا کہ بسط ہی کے نہ ہو جاؤ۔ اور دونوں سے تجھ کو اس لیے نکالا کہ تو سوائے اپنے مولیٰ کے کسی کا نہ ہو۔

(۶۳) عارفین حالتِ قبض کی نسبت حالت بسط سے زیادہ خائف رہتے ہیں۔ اس لیے کہ حالت بسط میں بہت ہی کم لوگ حدودِ ادب پر ٹھہر سکتے ہیں۔

(۶۴) بسط کی حالت میں نفس سُرور کے ہونے سے اپنا حصہ لے لیتا ہے اور قبض کی حالت میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

(۶۵) کائنات عالم کا ظاہر فریب سے آراستہ ہے۔ اور اس کا باطن عبرت سے معمور ہے۔ پس نفس کی نظر اس کے فریب ظاہر ہی تک محدود ہوتی ہے اور قلب کی نگاہ اس کے باطنی مواقع عبرت ہی پر پڑتی ہے۔

(۶۶) اگر عزت دائمی کے خواہاں ہو تو عزت فانی کی طلب میں نہ پڑو۔

(۶۷) "طی" حقیقی (جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کرامت فرماتا ہے) یہ ہے کہ تو دنیا کی مسافت کو اپنی نظر بصیرت سے یہاں تک لپیٹ دے کہ تجھے آخرت اپنے وجود سے بھی قریب تر نظر آنے لگے۔

(۶۸) مخلوق کی داد و دہش فی الحقیقت حرمان ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ دینا بھی تیرے لیے اس کا احسان ہے۔

(۶۹) ہمارے پروردگار کی شان اس سے برتر و بالا ہے کہ بندہ تو اس کے ساتھ (اپنی طاعتوں سے) نقد کا معاملہ کرے اور وہ اس کا بدلہ قیامت کے ادھار پر چھوڑ دے۔

(۷۰) طاعت پر دنیا میں تجھ کو یہی بدلہ کافی ہے کہ تجھے اس نے طاعت کی توفیق دی اور اس کا اہل بنایا۔

(۷۱) جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت حصول ثواب یا دفع عقاب و عذاب کے لیے کی تو گویا اس نے حق جل وعلا کی صفات کمال و عظمت و جلال کا اندازہ نہیں کیا اور نہ ان کا حق بجا لایا۔

(۷۲) جب وہ تمہیں دیتا ہے تو یہ اس کے جود و کرم کی یاد دہانی ہوتی ہے اور جب نہیں دیتا تو اپنے قہر و غلبہ کا مشاہدہ کراتا ہے۔ دونوں صورتوں میں تجھ کو اپنی معرفت سے بہرہ ور فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہے۔

(۷۳) جس معصیت سے مولیٰ جل وعلا کے سامنے ذلت و افتقار پیدا ہو۔ وہ اس عبادت سے بہتر ہے جو نخوت اور تکبر پیدا کرے۔

(۷۴) جب باری تعالیٰ نے تجھے ماسوا سے متوحش اور دل برداشتہ کر دیا ہے تو سمجھ لے کہ وہ تیرے لیے اپنے ساتھ دلبستگی اور اُنس کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔

(۷۵) جب اس نے تیری زبان کو طلب کرنے کے لیے قوتِ گویائی عطا کی۔ تو یقین جان کہ وہ تجھے دینا بھی چاہتا ہے۔

(۷۶) عارف وہ ہے جس کی بیقراری کبھی زائل نہ ہو اور ماسوی اللہ کے ساتھ اسے کبھی قرار حاصل نہ ہو۔

(۷۷) جس نے یہ گمان کیا کہ مصائب اور تکالیفِ مقدرہ میں اس کے الطاف کا سایہ انسان کے سر سے اٹھ جاتا ہے۔ تو یہ اس کی نظر عقل کا قصور ہے۔

(۷۸) پاک ہے وہ ذات جس نے معارف اور اسرار الٰہیہ خاصہ کو اوصاف بشریت کے ظہور کے پردہ میں چھپایا۔ اور اپنی عظمت ربوبیت کو اپنے بندوں کے لیے ان کی عبودیت کے آثار ظاہر کر کے ظاہر فرمایا۔

(۷۹) مقصد کے حصول میں تاخیر واقع ہونے سے اپنے پروردگار پر اعتراض و مطالبہ نہ کر بلکہ آدابِ دعا کے بجا نہ لانے پر اپنے نفس سے باز پرس کر۔

(۸۰) جب تجھ کو ظاہر میں اس نے اپنے حکم (شریع شریف) کا فرمانبردار بنایا اور باطن میں اپنی مقدرات کی تسلیم کی تمہیں توفیق بخشی۔ تو تجھ پر اس نے بہت بڑا احسان فرمایا۔

(۸۱) جب صبح ہوتی ہے تو غافل سوچتا ہے کہ آج میں کیا کروں گا اور دانشمند اس فکر میں غلطاں رہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا کرے گا۔

(۸۲) عابد اور زاہد ہر اس چیز سے جو خلاف طبع ہو وحشت اور نفرت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ ہر ایک بات میں حضور الٰہی سے محجوب رہتے ہیں اگر وہ ہر چیز میں اُسی کا جلوہ دیکھ لیتے تو کسی چیز سے متنفر و متوحش نہ ہوتے۔

(۸۳) اسی دنیا میں تجھے اس نے اپنی مخلوقات میں نظر اعتبار سے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے اور عنقریب اپنی ذات کاملہ آخرت میں تجھ پر عیاں کر دے گا۔

(۸۴) حق تعالےٰ نے جانا ہے کہ تم اس کے مشاہدہ کے بغیر صبر نہیں کر سکتے۔ اس لیے اپنے آثارِ قدرت کا تمہیں جلوہ دکھایا

(۸۵) جب حق جل وعلا نے عبادت سے تیری ملالت وگرانی دیکھی تو رنگ برنگ کی عبادتیں تیرے لیے مقرر فرمائیں اور جب عبادت پر تیری حرص دیکھی تو ان کو اوقات مخصوصہ میں محدود کر دیا۔ اس لیے کہ تیرا قصد کامل نماز ادا کرنے کا ہو نہ محض صورت نماز کیونکہ ہر ایک نماز پڑھنے والا کامل نماز ادا کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔

(۸۶) نماز فی الحقیقت معاصی کے میل کچیل سے دلوں کو پاک کرنے والی اور پوشیدہ اسرار کا دروازہ کھولنے والی ہے۔

(۸۷) نماز سرگوشی کا محل اور محبت واخلاص کی منزل ہے۔ اسرار کی فضائیں قلب کے لیے اس میں کشادہ ہو جاتی ہیں اور اس میں انوار کے ستارے چمکتے ہیں۔

(۸۸) تیرا ضعف وناتوانی معلوم کر کے نماز کی تعداد گھٹادی اور فضل خداوندی کا محتاج جان کر اس کا ثواب بڑھا دیا (یعنی پچاس سے پانچ کر دیں اور پچاس کا ثواب پانچ ہی میں دے دیا)

(۸۹) جب تم کسی عمل پر عوض کے خواہاں ہو گے تو تم سے اس میں صدق واخلاص کا مطالبہ ہوگا اور اخلاص کے ہونے میں تو متردد ہی ہو گا۔ او ر متردد کو اپنے اس ناکارہ عمل کی عقوبت میں جزا و مواخذہ خداوندی سے سلامت رہنا ہی غنیمت ہے۔

(۹۰) اپنے کسی عمل پر جس کے در اصل تم فاعل ہی نہیں ہو عوض کے طلبگار مت ہو۔ ایسے عمل پر تجھ کو یہی عوض کافی ہے کہ اس کو اس نے قبول فرمالیا اور اس پر کچھ مواخذہ نہیں کیا۔

(۹۱) جب اپنا فضل واحسان تجھ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کسی نیک عمل کی تمہیں توفیق دے کر اس کو تیری طرف منسوب کر دیتا ہے۔

(۹۲) اگر اس نے تجھے تیرے اعمال ہی کی طرف لوٹا دیا تو تمہاری برائیوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور اگر اپنا جود وکرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو پھر تیری خوبیوں کی کوئی حد نہ ہوگی۔

(۹۳) اس کے اوصاف ربوبیت کے ساتھ متعلق اور اپنے اوصاف عبودیت کے ساتھ متحقق ہو جاؤ۔

(۹۴) مخلوق کی مملوکہ چیزوں پر تمہیں دعوے کرنے سے جب اس نے روک دیا ہے تو کیا تمہیں جائز ہو سکتا ہے کہ تم اس کی کسی صفت پر دعویٰ کرو۔ حالانکہ وہ رب العٰلمین ہے۔

(۹۵) تجھ سے خوارقِ عادات کیونکر ظاہر کیے جائیں۔ حالانکہ تم نے ابھی تک اپنی نفسانی عادتوں تک کو چھوڑا ہی نہیں۔

(۹۶) اپنے مولیٰ سے دعا و سوال کرنے میں کیا خوبی ہے۔ خوبی تو اس میں ہے کہ سوال میں حسن ادب کے طریقہ کو تم ملحوظ رکھو۔

(۹۷) تیرے اضطرار و بیقراری سے زیادہ اسے کوئی چیز مطلوب نہیں اور تیری ذلت و احتیاج کے برابر مواہب الٰہی کو تیری طرف جلد لانے والی کوئی چیز نہیں۔

(۹۸) اگر یہ ہوتا کہ تو اس تک بجز اپنی خرابیوں کے نیست کرنے اور دعوؤں کے مٹانے کے کسی طرح نہیں پہنچ سکتا۔ تو تم کبھی اس تک نہ پہنچ سکتے۔ لیکن جب اس نے تجھ کو اپنے تک پہنچانا چاہا تو تیرے وصف کو اپنے وصف کے آغوش میں چھپایا اور تیری نعت کو اپنی نعت کے پردہ میں ڈھانکا۔ پس تجھ کو ان الطاف کی وجہ سے جو اس کی طرف سے تیری جانب متوجہ ہوئے نہ ان اعمال کی وجہ سے جو تیری طرف سے اس بارگاہ میں پیش ہوئے اس نے اپنے تک پہنچایا۔

(۹۹) اگر اس کی خوش آئند پردہ پوشی نہ ہوتی تو کوئی عمل لائق قبولیت نہ ہوتا۔

(۱۰۰) گناہ و نافرمانی کی صورت میں جس قدر تم حلم خداوندی کے محتاج ہو اس سے زیادہ بندگی اور طاعت کی حالت میں اس کے حلم کی تم کو ضرورت ہے۔

(۱۰۱) پردہ پوشی کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہ کے صدور ہی سے پردہ پوشی، دوسرے گناہ واقع ہونے کے بعد مخلوق سے پردہ پوشی۔ عوام تو اس وجہ سے کہ خلق کی نظروں میں ان کا مرتبہ نہ گر جائے۔ گناہ کے بعد پردہ پوشی کے طلبگار ہیں۔ اور خواص اس لیے کہ اپنے حقیقی مالک جل وعلا کی نظر لطف سے نہ گر جائیں گناہ کے واقع ہونے ہی سے پردہ پوشی کے اللہ تعالیٰ سے طلبگار رہتے ہیں۔

(۱۰۲) جس نے تیری تعظیم و تکریم کی درحقیقت اس نے تیری تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ اس

نے تیرے مولائے حقیقی کی پردہ پوشی کی تعظیم و تکریم کی ہے (کہ اس نے تیرے عیوب کو چھپا دیا) تو تیری حمد و ثنا کا مستحق تیرا مولا ہے پردہ پوشی ہے نہ تیرا تعظیم و تکریم کرنیوالا شخص۔

(۱۰۳) اگر نورِ یقین تجھ پر روشن ہو جاتا تو آخرت کو اپنے نفس سے اس قدر قریب پاتا کہ اس کی طرف کوچ ہی نہیں کر سکتا۔ اور دنیا کی نعمتیں اس حال میں دیکھتا کہ ان پر فنا کے گھن چھا گئے ہیں۔

(۱۰۴) تمہیں اللہ تعالیٰ سے کسی موجود کے وجود نے محجوب نہیں کیا ہے لیکن تمہیں اس توہم نے کہ اس کے ساتھ کوئی موجود ہے اس ذات سے محجوب کر رکھا ہے۔

(۱۰۵) مخلوقات میں مشاہدۂ جمالِ حق کو تیرے لیے مباح فرمایا اور خود ذاتِ مخلوقات کے مشاہدہ پر توقف کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے جس میں تیرے فہم کا دروازہ کھول دیا گیا ہے کہ:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ (پ ۱۱ ع ۱۵)

"کہہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسے دیکھو جو آسمانوں میں ہے۔"

یہ نہ فرمایا کہ آسمانوں ہی کو دیکھو کہ اس صورت میں یہ ارشاد اجسام کے وجود پر دلالت کرتا جو مقصود نہیں ہے۔

(۱۰۶) لوگ بسبب ان اوصافِ حمیدہ کے جن کا وہ تجھ میں گمان کرتے ہیں تیری صفت کرتے ہیں تو تو بسبب ان بری خصلتوں کے جن کو اپنے نفس کے اندر یقینی طور پر جانتا ہے اپنی مذمت کر۔

(۱۰۷) مومنِ کامل کی جب مدح کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے شرماتا ہے کہ اس کی ایسی بات پر تعریف ہو رہی ہے۔ جس کو وہ اپنے نفس کے اندر نہیں دیکھتا۔

(۱۰۸) سب سے جاہل شخص وہ ہے جو اپنے عیوب کے یقین کو اس وجہ سے چھوڑ دیتا ہے کہ لوگ اس کی بہ نسبت اچھا گمان رکھتے ہیں۔

(۱۰۹) جب تیرا مولیٰ تیری ایسی تعریف میں خلقت کی زبان کو گویا کر دے جس کے

تم لائق بھی نہیں ہو۔ تو تم اپنے پروردگار کی ایسی ثنا کہو، جو اس کے لائق ہو۔

(۱۱۰) زاہدوں کی جب مدح کی جاتی ہے تو دل تنگ ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ مدح کو مخلوق کی طرف سے سمجھتے ہیں اور جب عارفین کی مدح کی جاتی ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اس لیے کہ وہ اس کو حق جل و علا سے ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔

(۱۱۱) جب تیری ایسی حالت ہو کہ عطا سے تجھے فراخدلی اور منع سے دل تنگی ہو تو یہ تمہاری نادانی اور لڑکپنے کا ثبوت ہے اور تمہاری عبودیت میں سچے نہ ہونے پر دلیل ہے۔

(۱۱۲) جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ تجھ کو تیرے پروردگار کے ساتھ حصول استقامت سے مایوس نہ کر دے۔ اس لیے کہ شاید کہ یہ تیرا آخری گناہ ہو جو تیری تقدیر میں تھا۔

(۱۱۳) جب تو یہ چاہے کہ امید کا دروازہ تجھ پر مفتوح ہو تو اپنے مولا کے احسانات کا (جو تجھ پر ہیں) مشاہدہ کر اور اگر چاہے کہ خوف کا دروازہ تجھ پر کھلے تو جو کچھ تجھ سے نافرمانیاں اور بے ادبیاں اس کی جناب میں صادر ہوئی ہیں ان کا ملاحظہ کر۔

(۱۱۴) بسا اوقات قبض کی اندھیری رات میں وہ انعام و معارف تمہیں دیتا ہے جس کو تم بسط کی روز روشن میں نہیں پا سکتے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا. (پ ۴ ع ۱۳)

"تم نہیں جانتے کہ تمہاری بھلائی کس بات میں ہے۔"

(۱۱۵) تقدس وپاکی اسی ذات کو سزاوار ہے جس نے اپنے اولیاء کی طرف راہ یابی کا وہی طریقہ رکھا ہے جس کو اپنی راہ یابی کا طریقہ ٹھہرایا ہے اور اپنے اولیاء تک اسی کو پہنچاتا ہے جس کو اپنی طرف پہنچانا چاہتا ہے۔

(۱۱۶) بسا اوقات تم کو وہ اپنے رموز مملکت سے تو آگاہ فرما دیتا ہے لیکن اپنے بندوں کے بھیدوں پر تجھے مطلع نہیں کرتا۔

(۱۱۷) جس شخص نے بندوں کے بھیدوں پر واقف ہو کر رحمت الٰہی کو اپنی عادت نہ

بنایا تو یہ آگاہی اس کے لیے فتنہ اور اس پر وبال آنے کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔
(۱۱۸) تیری یہ خواہش کہ لوگ تیرے ظاہری اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت جان لیں۔ عبودیت میں تیرے سچے نہ ہونے کی دلیل ہے۔
(۱۱۹) خداوند تعالیٰ کی نظرِ لطف اپنی طرف دیکھ کر لوگوں کی نظر کو اپنے خیال سے دور کر۔ اور التفات و توجہ خداوندی اپنی طرف مشاہدہ کر کے لوگوں کے التفات کی طرف متوجہ نہ ہو۔
(۱۲۰) حق جل و علا کو تجھ سے اس کے نہایت قرب ہی نے محجوب کر دیا ہے۔
(۱۲۱) حق جل و علا اپنی شدتِ ظہور ہی کی وجہ سے محجوب، اور اپنے نور کی عظمت ہی کے سبب آنکھوں سے مخفی ہو گیا ہے۔
(۱۲۲) دعا اور طلب سے تیرا مقصود حصول بخشش نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس صورت میں تیرا فہم حکم دعا کے اسرار و حکمت کے سمجھنے سے قاصر رہ جائے گا۔ بلکہ تیرا دعا کرنا صرف اپنی عبودیت کے اظہار اور اس کی ربوبیت کے حقوق کی نگہداشت کے لیے ہی ہونا چاہیے۔
(۱۲۳) تیری یہ طلب اور دعا جو تم اب کر رہے ہو اس عطا کا کیونکر سبب ہو سکتی ہے جو روزِ ازل ہی سے مقدر ہو چکی ہے۔
(۱۲۴) اس کا ازلی حکم اس سے برتر کہ علل و اسباب کی طرف منسوب ہو۔
(۱۲۵) اس کی یہ عنایتیں جو تجھ پر ہیں تیری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہیں (خود ہی کہو) تم کہاں تھے۔ جب ازل میں اس کی عنایت تیری طرف متوجہ ہوئی اور اس کی رعایت تیرے سامنے آئی۔
(۱۲۶) ازل میں نہ عمل کا اخلاص تھا اور نہ احوال کا وجود بلکہ وہاں تو بجز فضل الٰہی اور کرم نامتناہی اور کچھ تھا ہی نہیں۔
(۱۲۷) سرِ عنایت کے ظاہر ہونے کے لیے (یعنی یہ بھید کہ عنایت ہر ایک پر یکساں نہیں) حق تعالیٰ نے جب اپنے بندوں کو مشتاق پایا تو فرمایا کہ :

یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (پ ۱ ع ۱۳)

"وہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت و عنایت کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے۔"

اور جب حق تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ اگر ان کو اسی بات پر چھوڑ دیا جائے تو وہ تقدیر ازلی پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے تو فرمایا کہ:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (پ ۸ ع ۱۴)

"اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے نزدیک ہے۔"

(۱۲۸) سب چیزیں مشیت ایزدی کا سہارا پکڑتی ہیں اور وہ کسی چیز کا سہارا نہیں پکڑتی۔

(۱۲۹) فاقوں کا نازل ہونا سالکوں اور مریدوں کے لیے عید ہوتی ہے۔

(۱۳۰) بسا اوقات فقر و فاقہ میں اس قدر انوار و معارف کا نزول ہوتا ہے کہ ان کو تم نماز و روزہ میں بھی نہیں پا سکتے۔

(۱۳۱) مواہب الٰہی کے بچھونوں کے لیے فقر و فاقہ بمنزلہ دامن ہیں۔

(۱۳۲) اگر مواہب الٰہیہ کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر و فاقہ کی تلخیوں کو اپنے اوپر گوارا بنالے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (پ ۱۰ ع ۱۴)

"صدقات فقرا ہی کے لیے ہیں۔"

(۱۳۳) تم اپنی عبودیت کے اوصاف میں پختہ ہو جاؤ۔ وہ اپنے اوصاف ربوبیت کے ساتھ تیری امداد فرمائیگا۔ تم اپنی ذلت میں ثابت قدم رہو وہ اپنی عزت سے تیری اعانت کرے گا۔ تم اپنے عجز میں محکم ہو جاؤ۔ وہ اپنی قدرت سے تیری یاوری کرے گا۔ تم اپنی ناتوانی و ضعف میں مضبوط ہو جاؤ۔ تو وہ اپنی قوت و طاقت سے تیری دستگیری فرمائے گا۔

(۱۳۴) گاہے ظاہری کرامت ان کو بھی مل جاتی ہے جو مرتبۂ استقامت شریعت میں بھی کامل نہیں ہوتے۔

(۱۳۵) مخلوق سے لینے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاؤ مگر جب ان میں بھی اپنے مولائے حقیقی کو ہی عطا کرنے والا مشاہدہ کرنے لگو۔ اور جب تم اس درجہ پر پہنچ گئے تو خلائق سے وہ چیزیں لے سکتے ہو جن کے حلال و طیب ہونے پر تیرا علم ظاہر و باطن گواہی دے۔

(۱۳۶) اکثر اوقات عارف اپنے مولیٰ کی مشیت پر اکتفا کر کے اس کی طرف اپنی حاجت پیش کرنے سے حیا کرتا ہے تو بھلا وہ اس کی مخلوق کی طرف حاجت لے جانے میں کیونکر حیا نہ کرے گا۔

(۱۳۷) جب تجھ پر دو امر مشتبہ ہو جائیں تو دیکھ کہ ان دونوں میں سے نفس پر جو زیادہ گراں گزرتا ہے اسے اختیار کر۔ کیونکہ نفس پر وہی صورت شاق ہوتی ہے جو حق ہوتی ہے۔

(۱۳۸) نفلی عبادتوں میں چستی اور جلدی کرنا اور واجبات کی بجاآوری میں سستی اور غفلت برتنا خواہش نفسانی کے اتباع کی علامت ہے۔

(۱۳۹) تیرے لیے عبادات کو اوقاتِ معینہ کے ساتھ اس لیے مقید کر دیا۔ تاکہ کسل اور لیت ولعل تجھ کو مانع نہ ہو۔ اور اوقات فراخ مقرر کیے تاکہ کچھ حصہ اختیار کا بھی تیرے لیے باقی رہے۔

(۱۴۰) حق جل وعلانے وظائف عبودیت کی بجاآوری میں جب اپنے بندوں کی کوتاہی معلوم فرمائی تو اپنی طاعت وعبادت ان پر واجب فرما کر گویا ایجاب کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنی طرف ہانکا ہے۔ تیرا پروردگار ان لوگوں سے تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں بھیجے جاتے ہیں۔

(۱۴۱) بظاہر تم پر اپنی خدمت وطاعت کو واجب گردانا ہے۔ اور فی الحقیقت طاعت کو اس لیے واجب فرمایا ہے۔ تاکہ تیرا جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے۔

(۱۴۲) جس نے اس بات کو انوکھا اور دشوار جانا کہ خداوند تعالیٰ اس کو شہوات نفسانیہ کے پنجے سے چھوڑائیگا اور قید غفلت سے نکالے گا تو اس نے غیر متناہی قدرتِ الٰہی کو عجز کا دھبہ لگایا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا (پ ۱۵ ع ۱۸)

”حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے“

(۱۴۳) بسا اوقات تجھے ظلمتِ فراق میں اس لیے مبتلا کر دیتا ہے تاکہ انوارِ وصال کی قدر معلوم ہو جائے۔

(۱۴۴) جس نے نعمتوں کی قدر نعمتوں کے ہوتے ہوئے نہ پہچانی تو اُن کے زوال کے بعد آپ ہی ان کی قدر جان جائے گا۔

(۱۴۵) خواہشاتِ نفسانیہ کی حلاوت ولذت کا قلب میں مستحکم ہو جانا سخت لا علاج بیماری ہے۔

(۱۴۶) شہوت نفسانیہ کو دل میں سے بجز لرزا دینے والے خوف کے (جو مشاہدہ صفات جلالیہ سے ہو) یا بیقرار کرنے والے شوق کے (جو معائنہ صفات جمالیہ سے ہو) اور کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔

(۱۴۷) حق جل وعلا جس طرح کہ عمل مشترک یعنی ریا آمیز کو پسند نہیں فرماتا اسی طرح قلب مشترک کو جس میں غیر خدا کی محبت ہو محبوب نہیں رکھتا۔ عمل مشترک کو قبول نہیں فرمایا اور قلب مشترک کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

(۱۴۸) اوقات میں جو حقوق واجب ہیں (جیسے صوم وصلاۃ وغیرہا ظاہری عبادات) اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا ممکن ہے۔ اور جو خود اوقات کے حقوق ہیں (یعنی واردات قلبیہ ومعاملات باطنیہ) ان کی قضا کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لیے کہ کوئی وقت ایسا نہیں آتا کہ جس میں تجھ پر حق تعالےٰ کا کوئی نیا حق یا کوئی تاکیدی حکم وارد نہ ہوتا ہو تو تم اس وقت میں غیر کا حق کس طرح ادا کر سکتے ہو جبکہ ابھی تم نے حق اللہ بجا نہیں لایا ہے۔

(۱۴۹) عمر گزشتہ کا کوئی عوض نہیں اور عمر موجودہ کی کوئی قیمت نہیں (یعنی بے بہا ہے)۔

(۱۵۰) جس چیز کی محبت کو تم نے اپنے دل میں جگہ دی تو فی الحقیقت تم اس کے غلام ہو گئے اور حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم غیر کے غلام بن جاؤ۔

(۱۵۱) نہ تیری طاعت اس کو کچھ نفع بخشتی ہے اور نہ تیری معصیت اسے کوئی نقصان پہنچاتی ہے۔ صرف اس لیے اس نے طاعت کا حکم دیا ہے اور معصیت سے روکا ہے کہ اس کا نفع بھی تیرے ہی طرف لوٹ آئے۔

(۱۵۲) کسی متوجہ ہونیوالے کی توجہ نہ اس کی بے پایاں عزت وعظمت کو کچھ بڑھاتی

ہے اور نہ کسی روگردانی کرنیوالے کی روگردانی اس کی عزت گھٹاتی ہے۔

(۱۵۳) اللہ تعالیٰ تک تیرے پہنچنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اس کے علم و عرفان تک پہنچ جاؤ۔ ورنہ حق جل وعلا اس بات سے برتر و بالا ہے کہ کوئی چیز اس سے متصل ہو۔ یا وہ کسی چیز سے متصل ہو جائے۔

(۱۵۴) تیرا قرب اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ تو اس کے قرب کا مشاہدہ کرے۔ ورنہ تو کہاں اور اس کا قرب کہاں؟

(۱۵۵) حق جل وعلا کسی چیز سے کیونکر محجوب ہو سکتا ہے اس لیے کہ جو چیز اس کی حجاب ہوگی اس میں بھی اس کا جلوہ ظاہر موجود و حاضر ہوگا۔

(۱۵۶) جس عمل میں تو نے لذت حضور نہیں پائی اس کے قبول ہونے سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات جس عمل میں تجھ کو ثمرۂ دنیاوی (لذت وحلاوت) معلوم نہیں ہوتا وہ بھی قبول شدہ ہوتا ہے۔

(۱۵۷) جس معرفت کا ثمرہ تجھے معلوم نہ ہو اس پر خوش نہ ہو اور اس کی ستائش نہ کر اس لیے کہ بادلوں سے مقصود پھلوں کا وجود ہوتا ہے نہ محض بارش۔

(۱۵۸) جب تجھ پر معارف و واردات کے انوار چھپ گئے اور ان کے اسرار تیرے قلب میں ودیعت رکھے گئے تو ان کے بقا کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہو کر ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے اور اس سے کوئی چیز تجھ کو بے نیاز نہیں کر سکتی۔

(۱۵۹) حق تعالیٰ کا تجھ کو بقدر کفایت دینا اور جو چیز تجھ کو سرکش بنا دے اس سے روک دینا یہ اس کی تجھ پر پوری نعمت ہے۔ اس میں یہ فائدہ مضمر ہے کہ ان چیزوں کے کم ہونے سے جن سے تو خوش ہوتا ہے ضرور ہے کہ تیرا رنج و غم بھی کم ہوگا جبکہ ان چیزوں کا فقدان ہوگا۔

(۱۶۰) اگر تو چاہے کہ معزولی کے غم سے محفوظ رہے تو بے بقا اور ناپائدار ولایت دنیاوی اختیار نہ کر۔

(۱۶۱) اگر تجھ کو ولایت دنیاوی کی ابتدا اس کی طرف رغبت دلاتی ہے تو اس کی انتہا

یعنی معزولی یا موت اس سے تمہیں بے رغبت اور بیزار کرتی ہے۔ اگر اس کا ظاہر تجھے اس کی طرف بلاتا ہے تو اس کا باطن تجھے اس سے روکتا ہے۔

(۱۶۲) خداوند تعالیٰ نے دنیا کو اغیار کا محل اور کدورتوں کا معدن اس لیے بنادیا ہے کہ تجھ کو اس سے بے رغبت کردے۔

(۱۶۳) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو ترکِ دنیا کی نصیحت قبول نہیں کرے گا۔ تو اس نے دنیا کے مصائب کی چاشنی کا ایسا تلخ ذائقہ چکھایا کہ تجھ پر دنیا کی مفارقت سہل کردی۔

(۱۶۴) فائدہ بخش علم وہی ہے جس کی شعاعیں سینہ میں پھیل جائیں اور دل پر سے شکوک و اوہام کے تاریک پردے اٹھادے۔

(۱۶۵) عمدہ علم وہ ہے جس کے ساتھ خشیتِ الٰہی بھی شامل ہو۔ علم کے ساتھ اگر تجھے خوفِ خدا بھی ہے تو وہ علم تجھے فائدہ رساں ہے ورنہ وہ تیرے لیے نقصان بخش ہے۔

(۱۶۶) اگر لوگوں کی تیری طرف بے توجہی یا تجھے بدگوئی کے ساتھ یاد کرنا تجھے تکلیف دے تو تجھ کو اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف (جو تیرے افعال کی بہ نسبت ہے) رجوع کرنا چاہیے۔ اگر تجھ کو حق تعالیٰ کے علم پر قناعت نہ ہو۔ تو یہ آفت یعنی اللہ تعالیٰ کے علم پر قانع نہ ہونا ایذائے خلق کی مصیبت سے بدرجہا سخت تر ہے۔

(۱۶۷) مخلوق کے ہاتھوں تجھ کو صرف اس لیے اذیت پہنچاتا ہے کہ تیرا دل ان کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ نہ اس کا ارادہ ہے کہ تجھکو مخلوق کی اذیت پہنچا کر ہر ایک چیز سے دل برداشتہ کردے تاکہ کوئی چیز اس سے تجھے غافل نہ کردے۔

(۱۶۸) جب تو یہ جانتا ہے کہ شیطان تیرے بہکانے اور اغوا سے غافل نہیں رہتا تو تم بھی اپنے اس مولا سے جس کے قبضۂ قدرت میں تیری جان ہے غفلت نہ کرو۔

(۱۶۹) جس نے اپنے لیے تواضع کو ثابت کیا تو وہ شخص بے شبہ متکبر ہے۔ کیونکہ تواضع کا دعویٰ تو اپنی رفعتِ قدر کے مشاہدہ کے بعد ہی ہوگا۔ پھر جب اپنے لیے تواضع کا دعویٰ کرتا ہے تو گویا اسے اپنے بلند مرتبہ پر نظر ہے تو وہ متکبر ہوا۔

(۱۷۰) حقیقت میں وہ شخص متواضع نہیں کہ جب کبھی تواضع سے کوئی کام کرے تو اپنے

آپ کو اس سے بلند و بالا سمجھے۔ بلکہ متواضع وہ ہے کہ جب تواضع کا کوئی کام کرے تو اس سے بھی اپنے کو کمتر و پست خیال کرے۔

(۱۷۱) حقیقی تواضع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی تجلی کے مشاہدہ سے پیدا ہو۔

(۱۷۲) مومن کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اپنے نفس کی خود پسندی و شکر گزاری سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ تعالٰے کے حقوق کی بجا آوری کا خیال اسے اپنے حظوظ نفسانی کی یادداشت سے باز رکھتا ہے۔

(۱۷۳) محب صادق وہ نہیں جو اپنے محبوب سے عوض کا امیدوار یا حصول غرض کا طلبگار ہو۔ بلکہ محب حقیقی وہ ہے جو اپنے محبوب کے لیے سب کچھ نثار کر دے۔ نہ یہ کہ محبوب ہی اس کے لیے کچھ ایثار کرے۔

(۱۷۴) تجھ کو اپنے عالم شہادت اور عالم غیب کے درمیانی عالم میں اس لیے پیدا کیا کہ تیری عظمت قدر اور سب مخلوقات پر تیری فوقیت منزلت تجھے معلوم کرا دے۔ اور یہ جتلا دے کہ تو ایسا گوہر یکتا ہے جس پر تمام مخلوقات صدف کی طرح سے لپٹے ہوئے ہیں۔

(۱۷۵) عالم سفلی تیری جسمانیت کے اعتبار سے ہی تجھے سمائے ہوئے ہے۔ ورنہ بلحاظ تیری روحانیت کے تجھے کبھی سما نہیں سکتا۔

(۱۷۶) جو دنیا میں موجود ہو اور اس کے لیے علوم و معارف غیبیہ کے دروازے مفتوح نہ ہوئے تو وہ شخص اپنی شہوات کے احاطہ میں مقید اور اپنی ہستی آب و گل کے چکر میں گھرا ہوا ہے۔

(۱۷۷) تم مخلوقات کے ساتھ اس وقت تک پابند ہو جبتک کہ تمہیں خالق کی معرفت کا مشاہدہ نہیں پھر جب تم نے مشاہدہ کر لیا تو ساری مخلوقات تیرے ساتھ ہوے گی۔

(۱۷۸) طاعت پر دنیا میں ہی ثمروں کا پانا آخرت میں طاعت کرنے والوں کے لیے ان پر بدلہ ملنے کی مبارکبادیاں ہیں اور خوشخبریاں۔

(۱۷۹) اسی کے بخشے ہوئے عمل پر تم کیونکر عوض طلب کر سکتے ہو اور اس کی دی ہوئی سچائی و اخلاص پر کس طرح سے جزا کا سوال کر سکتے ہو۔

(۱۸۰) اللہ تعالیٰ شانہ نے تجھ کو تین طرح سے بزرگی عطا فرمائی۔ اول یہ کہ تجھے اپنے

ذکر کی توفیق دی۔ اور اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو تم میں یہ لیاقت واہلیت نہ تھی کہ تم اپنی زبان اور قلب پر اس کے ذکر کو جاری رکھ سکو۔

دوسرے یہ کہ تجھے اپنی طرف منسوب کیا جس کی وجہ سے تجھے عبداللہ (بندۂ خدا) کا معزز خطاب دیا جاتا ہے۔

تیسرے تیرے ذکر کو اپنے یہاں فرما کر اپنی نعمتیں تجھ پر تمام کر دیں۔

(۱۸۱) بعض عمروں کی مدت دراز ہوتی ہے لیکن اس کے منافع کم ہوتے ہیں اور بعض عمروں کی مدت کم لیکن اس کے فوائد زیادہ ہوتے ہیں۔

(۱۸۲) جس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے وہ تھوڑے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے الطاف و احسانات اس قدر پا لیتا ہے جن تک نہ اشارہ پہنچ سکتا ہے اور نہ دائرہ عبادت و بیان کے احاطہ میں آ سکتے ہیں۔

(۱۸۳) تمام مشاغل سے فارغ ہو کر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور موانع کی قلت کے باوجود بھی اس کی طرف رجوع نہ کرنا پوری رسوائی اور بے توفیقی ہے۔

(۱۸۴) سالک کو ضروری ہے کہ اس وجود کے ستونوں کو گرا دے۔ تاکہ اس کی بنائیں محکم ہو جائیں اور حواس و مقتضیات جو اس کو اس سے چھین لے۔ پس دانا وہی ہے جس کی خوشنودی فانی کے بہ نسبت باقی کے ساتھ زیادہ ہو جس کا نور چمک اٹھا ہے اور جس کی درخشندہ علامتیں ظاہر ہو گئی ہیں تو اس عاقل نے اپنے فانی دار سے آنکھیں بند کر کے روگردانی کی اور پیٹھ پھیر کر اس سے اعراض کیا۔ نہ اس نے اس کو اپنا وطن بنایا۔ اور نہ اپنا مسکن ٹھیرایا۔

(۱۸۵) بلکہ اس میں رہ کر اپنی ہمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف پیشقدمی کرنے میں اسی سے اعانت طلب کرتا ہوا اس کی طرف چلا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ لِیَكُوْنَ نَظْرِیْ اِلٰی حَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ اِذَا اَدْخَلْتَنِیْ وَاسْتِسْلَامِیْ وَ انْقِیَادِیْ اِلَیْكَ اِذَا اَخْرَجْتَنِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا یَنْصُرُنِیْ وَ یَنْصُرُبِیْ وَلَا یَنْصُرُ عَلَیَّ یَنْصُرُنِیْ عَلٰی شُهُوْدِ نَفْسِیْ

وَيُغْنِيْنِي عَنْ دَائِرَةِ حِسِّي -

"اور کہو کہ اے میرے پروردگار! میرا مدخل اور مخرج مقامِ صدق و اخلاص فرما تاکہ داخل ہونے کے وقت میری نظر تیری طاقت اور قوت کی طرف لگی ہوئی ہو۔ اور خارج کرنے کے وقت میری گردنِ تسلیم و رضا تیرے آگے جھکی ہوئی ہو! اور اپنی جناب سے میرے لیے ایسا صاحب شوکت مددگار مقرر فرما جو میری اعانت کرے اور مجھ سے دوسروں کی اعانت کرائے اور مجھ پر کوئی غالب نہ ہو جائے اور نفس کے مشاہدہ پر وہ میری اعانت کرے اور دائرۂ محسوسات سے میرے وجود کو نکال کر فنا کر دے۔"

(۱۸۶) حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ "اے داؤد! میرے سچے بندوں سے کہدے کہ وہ میرے ہی ساتھ خوش ہوں اور میرے ہی ذکر کے ساتھ اپنا دل ٹھنڈا کریں۔" اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مسرت اور فرحت اپنی ہی ذات اور اپنی رضامندی کے ساتھ فرمائے اور ہم کو اپنے سمجھنے والوں میں سے بنائے اور غافلین میں سے نہ کرے اور اپنے کرم و احسان سے ہم کو اہلِ تقویٰ کے راستے پر چلائے۔

(اب یہاں سے حِکَم بطور مناجات شروع ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔)

(۱۸۷) اَنَا الْفَقِيْرُ فِي غِنَائِي فَكَيْفَ لَا اَكُوْنُ فَقِيْرًا فِي فَقْرِي -

"الٰہی! جب میں اپنی غنا کی حالت میں بھی محتاج ہوں تو فقر کی حالت میں کیوں کر محتاج نہ ہوگا۔"

(۱۸۸) اِلٰهِي اَنَا الْجَاهِلُ فِي عِلْمِي فَكَيْفَ لَا اَكُوْنُ جَهُوْلًا فِي جَهْلِي -

"الٰہی! جب میں اپنے علم کی حالت میں بھی جاہل ہوں تو اپنے جہل کی حالت میں کس طرح جاہل نہ ہونگا۔"

(۱۸۹) الٰہی! تیری تدبیر کے اختلاف اور تیری تقدیر کے سرعت نزول نے تیرے عارفین

بندوں کو تیری عطاء پر مطمئن ہونے سے اور مصیبت میں تجھ سے ناامید ہونے سے روک دیا ہے۔

(١٩٠) اِلٰهِیْ مِنِّیْ مَا یَلِیْقُ بِلُؤْمِیْ وَمِنْكَ مَا یَلِیْقُ بِكَرَمِكَ۔

"الٰہی! مجھ سے وہی صادر ہوتا ہے جو میری دنائت اور ملامت کے لائق ہے اور تجھ سے وہی ظہور پذیر ہوتا ہے جو تیرے لطف و کرم کو سزاوار ہے۔"

(١٩١) اِلٰهِیْ! وَصَفْتَ نَفْسَكَ بِاللُّطْفِ وَالرَّأْفَةِ قَبْلَ وُجُوْدِ ضُعْفِیْ۔ اَفَتَمْنَعُنِیْ مِنْهُمَا بَعْدَ وُجُوْدِ ضُعْفِیْ۔

"الٰہی! تو نے میری ناتوانی کے وجود سے پہلے اپنے آپ کو لطف و مہربانی سے متصف فرمایا ہے تو کیا اب میری ناتوانی کے وجود کے بعد مجھ کو لطف و مہربانی سے محروم فرمادے گا۔"

(١٩٢) الٰہی! اگر مجھ سے نیکیاں ظاہر ہوں تو یہ تیرا فضل ہے اور تیرا مجھ پر احسان ہے۔ اور اگر مجھ سے برائیاں صادر ہوں۔ تو یہ تیرا عدل ہے اور تیری حجت مجھ پر ثابت ہے۔

(١٩٣) اِلٰهِیْ! كَیْفَ تَكِلُنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ وَقَدْ تَوَكَّلْتَ لِیْ وَكَیْفَ اُضَامُ وَاَنْتَ النَّاصِرُ لِیْ اَمْ كَیْفَ اَخِیْبُ وَاَنْتَ الْحَفِیُّ بِیْ۔ هَا اَنَا اَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِفَقْرِیْ اِلَیْكَ وَكَیْفَ اَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِمَا هُوَ مُحَالٌ اَنْ یَّصِلَ اِلَیْكَ اَمْ كَیْفَ اَشْكُوْ اِلَیْكَ حَالِیْ وَهِیَ لَا تَخْفٰی عَلَیْكَ اَمْ كَیْفَ اُتَرْجِمُ لَكَ بِمَقَالِیْ وَهُوَ مِنْكَ بَرَزَ اِلَیْكَ اَمْ كَیْفَ تَخِیْبُ اٰمَالِیْ وَهِیَ قَدْ وَفَدَتْ اِلَیْكَ، اَمْ كَیْفَ لَا تَحْسُنُ اَحْوَالِیْ وَبِكَ قَامَتْ وَاِلَیْكَ۔

"الٰہی! جب تو میرا کفیل ہے تو میرے نفس پر مجھے کیوں سپرد کرتے ہو۔ اور جب تو میرا مددگار ہے تو میں کیونکر ذلیل ہو سکتا ہوں۔ اور جب تو مجھ پر مہربان ہے تو میں کس طرح ناکام رہ سکتا ہوں۔ میں اپنے فقر و مسکنت کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پکڑتا ہوں اور جس چیز کا تیری بارگاہ عالی میں پہنچنا محال ہے۔ اس کو کیونکر وسیلہ بنا سکتا ہوں اور اپنے حال کی کس طرح تجھ سے شکایت کر سکتا ہوں۔ جبکہ وہ

تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور جبکہ میرا کلام بھی تیرے ہی حکم سے تیری بارگاہِ عالی میں نکلا ہے تو میں اس کو اپنا کلام ہونا کیونکر ظاہر کر سکتا ہوں۔ اور میری امیدوں کی جماعت وفد ہو کر جب تیری بارگاہ عالی تک چل کر پہنچی ہے تو وہاں سے کیونکر ناکام واپس ہو سکتی ہے اور جب میرے احوال کا مبداء و مرجع تو ہی ہے۔ تو وہ کیونکر عمدہ اور پسندیدہ نہ ہونگے۔"

(۱۹۴) اِلٰهِيْ! مَا أَلْطَفَكَ بِيْ مَعَ عَظِيْمِ جَهْلِيْ وَمَا أَرْحَمَكَ بِيْ مَعَ قَبِيْحِ فِعْلِيْ۔

"الٰہی! باوجود میری بڑی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کے تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ اور باوجود میرے قبیح افعال کے تو مجھ پر کس قدر رحیم و کریم ہے۔"

(۱۹۵) اِلٰهِيْ! مَا أَقْرَبَكَ مِنِّيْ وَمَا أَبْعَدَنِيْ عَنْكَ۔

"الٰہی! تو مجھ سے کس قدر نزدیک اور میں تجھ سے کس قدر دور ہوں۔"

(۱۹۶) اِلٰهِيْ! مَا أَرْأَفَكَ بِيْ فَمَا الَّذِيْ يَحْجُبُنِيْ عَنْكَ۔

"الٰہی! تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے پھر کونسی چیز مجھ کو تیرے مشاہدہ سے مانع و حاجب ہو سکتی ہے۔"

(۱۹۷) اِلٰهِيْ كُلَّمَا أَخْرَسَنِيْ لُؤْمِيْ أَنْطَقَنِيْ كَرَمُكَ وَكُلَّمَا آيَسَتْنِيْ أَوْصَافِيْ أَطْمَعَتْنِيْ مِنَّتُكَ۔

"الٰہی! جب کبھی میری بدی نے میری زبان بند کی۔ تو تیرے کرم نے مجھ کو گویا کر دیا اور جب کبھی میرے اوصاف رذیلہ نے مجھے مایوس کر دیا تو تیرے احسان نے میری ڈھارس بندھائی۔"

(۱۹۸) اِلٰهِيْ مَنْ كَانَتْ مَحَاسِنُهٗ مَسَاوِيْ فَكَيْفَ لَا تَكُوْنُ مَسَاوِيْهِ مَسَاوِيْ وَمَنْ كَانَتْ حَقَائِقُهٗ دَعَاوِيْ فَكَيْفَ لَا تَكُوْنُ دَعَاوِيْهِ دَعَاوِيْ۔

"الٰہی! جس کی نیکیاں بھی برائیاں ہوں تو بھلا اس کی برائیاں کیونکر برائیاں نہ ہونگی

اور جس کے علوم و حقائق بھی دعوے ہی دعوے ہوں تو پھر اس کے دعوے کیونکر محض دعوے نہ ہوں گے۔"

(۱۹۹) الٰہی! تیرے حکم نافذ اور مشیت غالب نے کسی صاحب مقال کے لیے جائے مقال اور کسی صاحب حال کے لیے مقامِ حال باقی نہ چھوڑا ہے۔

(۲۰۰) اِلٰهِيْ اَنْتَ تَعْلَمُ وَاِنْ لَّمْ تَدُمِ الطَّاعَةُ مِنِّيْ فِعْلًا فَقَدْ دَامَتْ مَحَبَّةً وَّعَزْمًا۔

"الٰہی! تو جانتا ہے کہ اگرچہ مجھ سے طاعت کی بجا آوری پر مداومت نہیں ہوئی لیکن طاعت کی محبت و عزم پر یقیناً مداومت رہی ہے۔"

(۲۰۱) الٰہی! جب تو قاہر و غالب ہے تو میں کیونکر عزم راسخ کر سکتا ہوں اور جب تو حکم فرما ہے تو میں کس طرح پختہ ارادہ نہ کروں۔

(۲۰۲) الٰہی! جو چیز اپنے وجود میں تیری محتاج ہے اس سے تیرے وجود پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔ کیا ماسویٰ کو ایسا ظہور ہو سکتا ہے جو تجھے حاصل نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ تجھے ظاہر کرنیوالا بنے۔ تو غائب ہی کب ہے جو تیرے وجود پر کسی دلیل لانے کی حاجت پڑے اور تو بعید ہی کب ہے جو مخلوقات اور آثار کے ذریعہ تجھ تک رسائی ہو سکے۔

(۲۰۳) اِلٰهِيْ عَمِيَتْ عَيْنٌ لَّا تَرَاكَ عَلَيْهَا رَقِيْبًا وَّخَسِرَتْ صَفْقَةُ عَبْدٍ لَّمْ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ حُبِّكَ نَصِيْبًا۔

"الٰہی! وہ آنکھ جو تجھ کو اپنے اوپر نگہبان و محافظ نہ دیکھے، اندھی ہو۔ اور اس بندے کی تجارت جس نے اپنے لیے تیری محبت کا حصہ نہیں لیا گھاٹے میں پڑی ہوئی ہو۔"

(۲۰۴) اِلٰهِيْ اَمَرْتَ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْاٰثَارِ فَارْجِعْنِيْ اِلَيْهَا بِكِسْوَةِ الْاَنْوَارِ وَهِدَايَةِ الْاِسْتِبْصَارِ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلَيْكَ مِنْهَا كَمَا دَخَلْتُ اِلَيْكَ مِنْهَا مَصُوْنَ السِّرِّ عَنِ النَّظَرِ اِلَيْهَا وَمَرْفُوْعَ الْهِمَّةِ عَنِ الْاِعْتِمَادِ عَلَيْهَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

"الٰہی! تو نے آثار کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے تو مجھے اپنے انوار کے

لباس میں اور نظر بصیرت کی رہنمائی کے ساتھ ان کی طرف پھیر تاکہ جس طرح
سے میں قلب محفوظ اور ان پر اعتماد کرنے سے بلند ہمت ہو کر تیری بارگاہ میں
داخل ہوا تھا۔ اسی بے نیازی کے ساتھ اب تیری بارگاہ عالی کی طرف رجوع
کروں بے شک تو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔"

(۲۰۵) إِلٰهِي هٰذَا ذُلِّي ظَاهِرٌ بَيْنَ يَدَيْكَ وَهٰذَا حَالِي لَا يَخْفَى عَلَيْكَ
مِنْكَ أَطْلُبُ الْوُصُولَ إِلَيْكَ وَبِكَ أَسْتَدِلُّ عَلَيْكَ فَاهْدِنِي
بِنُورِكَ إِلَيْكَ وَأَقِمْنِي بِصِدْقِ الْعُبُودِيَّةِ بَيْنَ يَدَيْكَ۔

"الٰہی! یہ میری ذلت اور عاجزی تجھ پر ظاہر ہے اور میرا حال تجھ سے مخفی نہیں۔
تجھ سے ہی تیری بارگاہ تک پہنچنا طلب کرتا ہوں اور تیرے ہی ساتھ تیری طرف
رہنمائی چاہتا ہوں۔ پس اپنے نور کے ساتھ اپنے حضور تک میری رہنمائی فرما۔ اور
سچی عبودیت میں مجھے اپنے سامنے قائم رکھ۔"

(۲۰۶) الٰہی! اپنے پوشیدہ علوم کی مجھ کو تعلیم فرما۔ اور اپنے محفوظ نام (اسم اعظم)
کی ستر و برکت سے مجھے محفوظ رکھ۔

(۲۰۷) إِلٰهِي أَغْنِنِي بِتَدْبِيرِكَ عَنْ تَدْبِيرِي وَبِاخْتِيَارِكَ لِي عَنْ اخْتِيَارِي
وَأَوْقِفْنِي عَلَىٰ مَرَاكِزِ اضْطِرَارِي۔

"الٰہی! مجھ کو اپنی تدبیر کے ساتھ میری تدبیر سے اور اپنے اختیار کے ساتھ میرے
اختیار سے بے نیاز و بے پروا کر دے اور مجھے اپنے مراتب عجز پر ٹھیرائے رکھ۔"

(۲۰۸) إِلٰهِي أَخْرِجْنِي مِنْ ذُلِّ نَفْسِي وَطَهِّرْنِي مِنْ شَكِّي وَشِرْكِي قَبْلَ
حُلُولِ رَمْسِي بِكَ أَسْتَنْصِرُ فَانْصُرْنِي وَعَلَيْكَ أَتَوَكَّلُ فَلَا تَكِلْنِي
وَإِيَّاكَ أَسْأَلُ فَلَا تُخَيِّبْنِي وَفِي فَضْلِكَ أَرْغَبُ فَلَا تَحْرِمْنِي وَ
بِجَنَابِكَ أَنْتَسِبُ فَلَا تُبْعِدْنِي وَبِبَابِكَ أَقِفُ فَلَا تَطْرُدْنِي۔

"الٰہی! مجھ کو میرے نفس کی ذلت حرص و طمع سے نکال۔ اور قبر میں داخل ہونے
سے پہلے مجھ کو شک و شرک سے پاک فرما۔ تجھی سے اپنی ہوائے نفسانی اور

وساوسِ شیطانی پر مدد مانگتا ہوں تو میری مدد کر۔ اور تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں کسی دوسرے کے سپرد نہ فرما۔ اور تجھی سے سوال کرتا ہوں مجھ کو ناامید نہ کر۔ اور تیرے فضل وکرم کا امیدوار ہوں مجھے محروم نہ فرما۔ اور تیری ہی بارگاہ عالی کی طرف منسوب ہوں۔ مجھ کو وہاں سے دور نہ کر اور تیرے ہی دروازہ پر کھڑا ہوں مجھے وہاں سے نہ دھکیل۔"

(۲۰۹) الٰہی جب تیری رضا اس سے بھی پاک اور منزہ ہے کہ تیری طرف سے اس کے لیے کوئی علت یا سبب ہو۔ تو بھلا میرا کوئی عمل یا حال اس کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۲۱۰) الٰہی! جب تو اپنی ذات کاملہ میں اس سے بھی غنی ہے کہ تجھ کو تجھ سے کوئی نفع پہنچے تو بھلا مجھ ناقص و ناکارہ سے تو کیونکر غنی نہ ہوگا۔

(۲۱۱) اِلٰهِیْ اِنَّ الْقَضَاءَ وَالْقَدَرَ غَلَبَنِیْ وَاِنَّ الْهَوٰی بِوَثَائِقِ الشَّهْوَةِ اَسَرَنِیْ فَكُنْ اَنْتَ النَّصِیْرَ لِیْ حَتّٰی تَنْصُرَنِیْ وَتَنْصُرَ بِیْ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ حَتّٰی اَسْتَغْنِیَ بِكَ عَنْ طَلَبِیْ۔

"الٰہی قضا وقدر مجھ پر غالب آئی۔ اور ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط زنجیروں میں مجھے جکڑ لیا ہے۔ تو اب تو ہی میرا مددگار ہو جا۔ کہ میری بھی اعانت کرے۔ اور میرے واسطہ سے دوسروں کی بھی مدد فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اس قدر غنی کر دے کہ تیرے مشاہدہ جلال وجمال کے ساتھ اپنی طلب سے بھی مستغنی ہو جاؤں۔"

تو وہ پاک ذات ہے۔ جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں معارف کے انوار یہاں تک روشن کیے کہ انہوں نے تجھے پہچانا اور تیری وحدانیت کا اعتراف کیا! اور تو وہ ذات پاک ہے۔ جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے اغیار کے تعلق یہاں تک قطع کر ڈالے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی کو محبوب نہ بنایا اور نہ تیرے سوا کسی دوسرے کا سہارا پکڑا۔ عالم کے کدورات نے جب ان کو متوحش و پریشان کیا تو تو ہی ان کا مونس ہوا۔ اور حق کے راستے ان پر اسی لیے منکشف ہوئے کہ تو نے ہی ان کی رہنمائی فرمائی۔

جس نے تجھ کو نہ پایا اس نے کیا پایا۔ اور جس نے تجھ کو پایا اس نے کیا نہ پایا۔ جو تیرے بدلے کسی دوسرے سے راضی ہوا وہ خائب و خاسر رہا۔ اور جس نے تیری بارگاہ عالی سے دوسری طرف منہ موڑا۔ اس نے سخت نقصان اٹھایا۔

(۲۱۲) اِلٰهِیْ كَيْفَ يُرْجٰى سِوَاكَ وَاَنْتَ مَا قَطَعْتَ الْاِحْسَانَ وَ كَيْفَ يُطْلَبُ مِنْ غَيْرِكَ وَاَنْتَ مَا بَدَّلْتَ عَادَةَ الْاِمْتِنَانِ

"الٰہی! تو نے اپنا احسان کم نہیں کیا ہے تو پھر کس طرح سے تیرے سوا کسی دوسرے سے امید کی جائے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی عادت کو نہیں بدلا ہے تو تیرے غیر سے کیونکر سوال کیا جائے۔"

(۲۱۳) اے وہ ذات جس نے اپنے دوستوں کو اپنی ہیبت کا لباس پہنایا۔ تو وہ اس کی عزت کیساتھ عزت والے ہو کر قائم ہوئے۔ ذکر کرنیوالوں کے وجود سے پیشتر تو اپنے احسان سے ان کو یاد کرنے والا ہے۔ اور عبادت کرنے والوں کی توجہ سے پہلے تو لطف و احسان کی ابتدا کرنے والا ہے۔ اور سوال کرنے والوں کے سوال سے پہلے تو بخشش کرنیوالا ہے۔ تو ہی بخشنے اور دینے والا ہے۔ پھر خود ہی دے کر اپنی عطا ہم سے بطریق قرض مانگنے والا ہے۔

(۲۱۴) الٰہی! اگرچہ میں تیری نافرمانی کروں پھر بھی میری امید منقطع نہیں ہوتی جس طرح سے کہ اگرچہ تیری فرمانبرداری کروں تو تیرا خوف مجھ سے زائل نہیں ہوتا۔

(۲۱۵) اِلٰهِیْ كَيْفَ اُخَيَّبُ وَاَنْتَ اَمَلِیْ وَكَيْفَ اُهَانُ وَعَلَيْكَ مُتَّكَلِیْ۔

"الٰہی! تو ہی میری اصل امید ہے تو پھر میں کیونکر ناامید ہو سکتا ہوں اور تو ہی میرا سہارا ہے پھر میں کیونکر ذلیل ہو سکتا ہوں۔"

(۲۱۶) اے وہ ذات! کہ جو اپنی رحمانیت سے عرش پر اس طرح مستوی و غالب ہوئے کہ عرش بھی اس رحمانیت میں غائب و مستور ہو گیا۔ جس طرح کہ سارے عالم اس عرش کے اندر ہی غائب پوشیدہ ہیں۔

(۲۱۷) اے وہ ذات! جو اپنی عزت و عظمت کے پردوں میں آنکھوں کے ادراک

سے بالاتر اور محجوب ہے۔

(۲۱۸) اے وہ ذات! جس نے اپنی صفات کمالیہ کے ساتھ عارفین کے قلوب پر تجلی فرمائی تو اس کی بے نہایت عظمت ان کے قلوب کے اندر متحقق و راسخ ہو گئی۔ تو بھلا کیونکر چھپ سکتا ہے۔ جبکہ تو ظاہر و آشکارا ہے۔ اور تو بھلا غائب کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ تو ہی نگہبان و حاضر ہے۔

اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے ہم اعانت طلب کرتے ہیں۔

یہاں تک حکم کے چیدہ مقامات کی تلخیص ختم ہوئی۔

فقط

میں ہوں اپنے پروردگار کی رحمت کا محتاج بندہ محمد حسن فاروقی اللہ تعالیٰ اپنے لطف خفی سے مجھے بخش دے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں یہ مناجات پیش کرتا ہوں ؛

"اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے عذاب دے تو بسبب ان گناہوں کے جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں۔ میں بیشک اس کا سزاوار ہوں۔"

اور کتنی میری خطاؤں کی لغزشوں پر تم نے پردہ پوشی فرمائی ہے۔ بیشک تو صاحب فضل و کرم ہے۔"

لوگ مجھے اچھا اور نیک خیال کرتے ہیں اور میں سب سے بدتر ہوں گا۔ اگر تو نے مجھے عفو نہ فرمایا؛

میرے پاس میری نجات کے لیے کوئی حیلہ نہیں مگر ایک تیرے عفو کی امید اگر تو نے مجھے بخش دیا۔ اور دوسرا میرا حسن ظن جو تیرے لطف سے وابستہ ہے۔

إِلٰهِي عَبْدُكَ الْعَاصِي أَتَاكَا ... مُقِرًّا بِالذُّنُوبِ وَقَدْ دَعَاكَا

فَإِنْ تَغْفِرْ فَأَنْتَ لِذَاكَ أَهْلٌ ... وَإِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَرْحَمْ سِوَاكَا

ترجمہ

اے پروردگار۔ تیرا نافرمان بندہ تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے اس حال

میں کہ اپنی خطاؤں کا اقرار کرتا ہے۔ اور تجھے پکار رہا ہے۔"
اگر تم اسے بخش دوگے تو تم اس بخشش کے ہر طرح سے لائق ہو۔ اگر
تم اسے نکال دوگے تو تیرے سوا اس پر بھلا کون رحم کرے گا۔"

اے میرے پروردگار۔ کسی عناد یا سرکشی کی وجہ سے میں نے تیری نافرمانی
نہیں کی۔ بلکہ میری کم بختی اپنی آرزو کو پہنچ گئی۔
اگر مجھے بخش دوگے تو تم اس بخشش کے ہر طرح سے اہل ہو اور اگر نکال
دوگے تو نہایت افسوس کا مقام ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نیک توفیق سے رسالہ "طریق النجات" کی تالیف
سے پیر کے دن اوائل ربیع الاول سن تیرہ سو انچاس (۱۳۴۹) ہجری میں فراغت حاصل ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَنَجِّنَا بِفَضْلِكَ مِنْ
اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ بِجَاهِ مَنْ لَّهُ الْعِزُّ وَالْكَرَامَةُ وَصَلَّى
اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ سُفُنِ النَّجَاةِ
وَنُجُوْمِ الْهِدَايَةِ اٰمِيْن ۝
اے میرے پروردگار۔ ہمارا خاتمہ سعادت و خوبی کے ساتھ کیجیو! اور اپنے
فضل و کرم سے بحرمت ذات معظم و مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز
قیامت کے ہولناک مصائب سے ہمیں نجات بخشیو۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ
و اصحابہ و بارک وسلم

"آمین"

رسالة التنوير في بيان مسئلة التقدير

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اعلم وفقك الله تعالى ان مسئلة التقدير من ادق مسائل علم الكلام والايمان به واجب والبحث عن كنه ماهيتها ممنوع كما اشرنا اليه في اول كتاب طريق النجاة وكذلك مسئلة الروح قال الله تعالى ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربي وما اوتيتم من العلم الا قليلا فنحن لا نبحث عن كنه ماهية هاتين المسئلتين لقصور افهامنا عن دركها ونفوض علمها الى الله العزيز العليم لكن البحث عن مسئلة التقدير من حيث تعلقها بافعال العباد والبحث عن الروح من حيث تعلقها بابدان العباد - فقوم انكروا القدر وهم القدرية - وقوم اثبتوه

رسالہ تنویر دربیان مسئلہ تقدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد الہی اور برگزیدہ بندوں پر سلام کہنے کے بعد جاننا چاہئے (اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے) کہ تقدیر کا مسئلہ علم کلام کے دقیق ترین مسائل میں سے ہے۔

حاصل یہ کہ تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی حقیقت اور ماہیت کی بحث میں پڑنا ممنوع ہے۔ جس کی طرف ابتدائی کتاب میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

مسئلہ روح کو بھی بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "کہ لوگ آپ سے (حضور کو خطاب ہے) روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تم لوگوں کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے" اس لئے ہم بھی اپنی کوتاہی عقل کی بناء پر کہ ان دونوں مسئلوں کے درک سے ہمارا فہم قاصر ہے۔ ان کی حقیقت اور ماہیت کی بحث نہیں چھیڑتے۔ اور ان کا علم اللہ ہی کو سونپ دیتے ہیں۔ لیکن مسئلہ تقدیر کی اس حیثیت سے بحث کرتے ہیں کہ اس کو افعال عباد سے کیا تعلق ہے۔ اور مسئلہ روح کی یوں بحث کی جاتی ہے کہ اس کو ابدان عباد سے کیا لگاؤ ہے۔

ایک گروہ نے تو قدر کا صاف انکار کر دیا ہے۔ ان کو "قدریہ" کہا جاتا ہے۔ اور ایک جماعت قدر

وجعلوا العبد مجبوراً وهم
المرجئة وهدى الله تعالیٰ
اهل السنة والجماعة الى الطريق
الاوسط الاحوط - روى ابن
عباس رضا ان النبي صلے الله
عليه وسلم قال صنفان
من امتي ليس لهما في
الاسلام نصيبٌ المرجئة
والقدرية قال الشيخ علي
القاري في المرقات المرجئة
هم الذين يقولون الافعال
كلها بتقدير الله تعالیٰ و
ليس للعباد فيها اختيار فانه
لا يضر مع الايمان معصية
كما لا ينفع مع الكفر طاعة۔
والقدرية هم المنكرون
بالقدر القائلون بان افعال
العباد مخلوقة بقدرتهم
لا بقدرة الله تعالیٰ وارادته
وانما نسبت هذه الطائفة الى
القدر لانهم يبحثون في القدر كثيرا
انتهی ۔ والباعث علينا في البحث
عن مسئلة التقدير نجات عقائد
المسلمين عن الزيغ وعن نسبة الظلم
الى الله تعالیٰ وقد ابتلى بهذه المصيبة

کا تو اثبات کرتی ہے لیکن پھر اس کے ساتھ بندے
کو بھی بالکل مجبور سمجھتے ہیں۔ ان کو "مرجیہ" کہا
جاتا ہے۔ درمیانی اور محتاط طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے
اہل سنت و الجماعت ہی کو ہدایت فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم کے لوگ میری
امت میں سے ایسے ہوں گے کہ جو اسلام سے بالکل
بے بہرہ ہوں گے ایک مرجیے اور دوسرے قدریہ

شیخ علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ مرجیہ
وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کل افعال اللہ تعالیٰ کی
تقدیر سے ہیں اور بندوں کو ان میں کوئی اختیار نہیں
اس لئے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت
ضرر رساں نہیں جس طرح سے کہ کفر کے بعد کوئی طاعت
فائدہ مند نہیں۔ اور قدریہ وہ ہیں جو قدر کا انکار
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال بندوں
کی ہی قدرت سے پیدا شدہ ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت
اور ارادہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اس جماعت
کو قدریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسئلہ قدر
میں بحث بہت کرتے ہیں۔ (انتہیٰ)

ہماری غرض مسئلہ تقدیر کی بحث سے یہ ہے
کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور اللہ تبارک و تعالیٰ
کیطرف ظلم کی نسبت کرنے سے نجات پائیں۔ اور
یہی بات ہمارے لکھنے کی باعث ہوئی کہ اس
معصیت میں بہت سے اللہ کے بندے مبتلا نظر

كثير من العباد فانك ترى
كثيرا من المنهمكين في الضلالة
التاركين لفرائض الله تعالى
اذا عاتبتهم بذلك يقولون هذا
شيء قدره الله علي قبل خلقي و
انا ما اقدر على تغيير خلق الله -
فمعنى هذه العبارة اني مجبور
في ترك الواجبات وفعل المنهيات
والمجبور معذور وكيف يعذبني
الله تعالى على امر قدره الله
علي قبل خلقي - وهذه العقيدة
مفضية الى ابطال الشرائع وقصور
ارسال الرسل عياذا بالله منها
وقد وقعت لي مناظرة مع من يدعي
العلم والصلاح في هذه المسئلة
فقال العبد مجبور لان الله تعالى
قال والله خلقكم وما تعملون
فاعمال العبد لما كانت مخلوقة
لله تعالى فكيف يقدر العبد
على تغيير خلق الله - فقلت له
العبد مختار في فعله وان كان
مجبورا في اختياره لان الله
تعالى يقول فمن شاء فليؤمن
ومن شاء فليكفر فعلم

آتے ہیں۔ اور بہت دیکھا جاتا ہے کہ لوگ گمراہی میں
منہمک اور فرائض الہی کو ترک کئے ہوتے ہیں۔ لیکن
اگر تم ان کو ملامت اور تنبیہ کرو تو وہ کہدیتے ہیں کہ
یہ باتیں تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں ہماری
پیدائش ہی سے پہلے لکھ دیں تھیں اب ہمیں کیا قدرت
واختیار ہے کہ خلق الہی میں تغیر وتبدل کر سکیں۔ اس
کے یہ معنے ہوئے کہ واجبات کے ترک کرنے اور
محرمات کے ارتکاب پر ہم مجبور ہیں اور مجبور تو معذور
ہی ہے اور اللہ تعالیٰ بھلا ہمیں ایسی بات پر کیونکر
عذاب دے گا۔ جس کو ہماری پیدائش سے ہی پہلے
اس نے ہماری تقدیر میں لکھدیا ہو۔ اصل میں
یہ عقیدہ اس بات پر جا کر ختم ہوتا ہے کہ عیاذاً
باللہ سب شریعتیں باطل اور بیکار ہیں اور اللہ تعالیٰ
نے رسولوں کو فضول بھیجا ہے۔

ایک ایسے شخص کے ساتھ جو علم وفضیلت
دعوے کرتا تھا میرا اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ تو
اس نے یہ کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے
تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی۔ پس جبکہ
بندے کے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کے مخلوق ہیں تو
بندہ بے چارہ تغیر خلق الہی پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے؟
میں نے اس سے کہا کہ بندہ اپنے فعل میں
مختار ہے اگرچہ اپنے اختیار میں مجبور ہے اس لئے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص چاہے ایمان لائے
اور جو شخص چاہے کافر بنے۔ اس سے ثابت ہوا کہ

ان للعبد مشیۃ والمشیۃ
هی الاختیار. فقال وما
تشاؤن الا ان یشاء الله
فمشیۃ العبد منفیۃ - قلت
هذا هو معنی قولنا انه مجبور
فی اختیاره فحرکۃ الصحیح
خلاف حرکۃ المرتعش فالمرتعش
مجبور فی حرکتہ والصحیح لیس
مجبورا فی تحرکہ لان تحرکہ بارادتہ
لابد ان تکون لمصلحۃ دینیۃ
او دنیویۃ نفسیۃ او روحیۃ
نعم الطاقۃ الارادیۃ مخلوقۃ
لله تعالی بعد عزمک للذالک
الفعل وهذا معنی الآیۃ والله
خلقکم وما تعملون فسکت -
ولما کان فی المسئلۃ اغماض
اردت نبذا من شرحها
فنقول وبالله التوفیق -

اعلم

یا اخی

اولا سعۃ علم الله
تعالی من قولہ تعالی و
ان الله قد احاط بکل
شیٔ علما

بندہ مشیت (چاہنے کی قوت) رکھتا ہے اور مشیت
ہی اختیار ہے "

اس نے کہا کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
کہ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اس سے
ثابت ہوا کہ بندہ مشیت نہیں رکھتا!

میں نے کہا کہ یہی تو ہمارے اس قول کا معنی
ہے کہ بندہ اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ اس بات کو
اس مثال سے سمجھو کہ تندرست آدمی کی حرکت اس
آدمی کی حرکت کے مخالف ہوتی ہے جس کو رعشہ
کا مرض ہو۔ مرتعش اپنی حرکت میں مجبور ہوتا ہے اور
تندرست حرکت دینے میں مجبور نہیں اس لئے کہ
وہ تو اپنے ارادہ ہی سے حرکت دیتا ہے۔ جو ضرور
ہے کہ کسی دینی یا دنیوی۔ نفسانی یا روحانی
مصلحت کے بنا پر ہوگی۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ خود
طاقت ارادہ یہ تمہارے عزم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ
پیدا کر دیتا ہے یعنی اللہ کی مخلوق ہے۔ اور یہی اس
آیت معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا
ہے اور تمہارے اعمال کو بھی " پس وہ شخص چپ
ہو گیا " لیکن چونکہ ابھی اس مسئلہ میں پیچیدگی اور
اشکال باقی ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ
اس مسئلہ کی پیچیدگی کو کچھ کھول دوں۔ (اور
اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق مانگتا ہوں)

اے میرے عزیز بھائی! پہلے اللہ تعالیٰ کی
وسعت علم کو خود اللہ ہی کے کلام سے معلوم کرو

ومن قوله تعالى يعلم ما بين
ايديهم وما خلفهم ولا
يحيطون بشئ من علمه الا بما
شاء ومن قوله تعالى عالم
الغيب لا يعزب عنه مثقال ذرة
فى الارض ولا فى السماء ولا
اصغر من ذلك ولا اكبر الا فى
كتاب مبين ومن قوله تعالى
ولو ان ما فى الارض من شجرة
اقلام والبحر يمده من بعده
سبعة ابحر ما نفدت كلمات الله
والمراد من كلمات الله معلومات
الله - والبرهان العقلى على
سعة علمه تعالى انك ترى ما
خلق الله فى الارض من النباتات
والجمادات وذوى الارواح
بحيث يتحير عقلك فى عدها
وتعلم يقينا ان خالق الجميع
هو الله تعالى وهو رازقهم و
حافظهم وعلمه بكل شئ مقدم على
خلقه والخلق فرع من فروع
العلم لان من اراد خلق شئ لا بد ان
يعلم اولا غايته من نفعه وضره و
خيره وشره ونفاسته ارزاقه وحاله
وماله

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر ایک چیز
کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ارشاد ہے کہ وہ جانتا
ہے جو کچھ خلق کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے
ہے۔ وہ نہیں احاطہ کر سکتے اس کے معلومات میں
سے کسی چیز کا۔ اور ارشاد ہے کہ وہ عالم الغیب ہے
اس سے ذرہ برابر چیز پوشیدہ نہیں نہ آسمان میں نہ
زمین میں۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی
(کوئی چیز ایسی نہ ہوگی) جو کتاب ظاہر میں موجود نہ ہو۔
اور ارشاد ہے کہ اگر جتنے کچھ زمین میں درخت ہیں سب
قلم ہوں اور سمندر (سیاہی ہو) کہ اس کے پیچھے سات
سمندر اس کی مدد کریں۔ (جب بھی) اللہ کے
کلمات تمام نہ ہوں گے" کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ
کے معلومات ہیں"

اللہ تعالیٰ کی وسعت علم پر عقلی دلیل یہ ہے کہ
زمین پر جو چیزیں نباتات، جمادات اور حیوانات
اللہ کی پیدا کی ہوئی اس انداز میں دیکھی جاتی ہیں کہ
ان کے شمار میں عقل چکرا جاتی ہے۔ اور اس
بات کو یقیناً ہر ایک جانتا ہے کہ ان سب کا خالق
اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ان کا رازق اور نگہبان
ہی ہے۔ اور علم ہر ایک چیز کا اس کے پیدا کرنے سے
پہلے ہی ہوتا ہے اور خلق تو علم کے فروغ میں سے ہے
اس لئے کہ جو شخص کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ
کرتا ہے ضرور ہے کہ پہلے اس کی غایت۔ نفع و
نقصان۔ خیر و شر۔ انفاس و ارزاق۔ حال و مآل

فبعد ما علم جمیع ذلك یقدم علی خلقه فبین العلم والخلق عموم وخصوص فلکل فرد من افراد المخلوقات الغیر المتناهیة علوم غیر متناهیة لخالق ذلك المخلوق وان نظرت فی ملکوت السماوات وما فوقها من المخلوقات تری الارض بمخلوقاتها بالنسبة الیها کقطرة الی البحر المحیط فکیف تفی اقلام الاشجار ومداد البحار المتناهیة بکتابة العلوم الغیر المتناهیة فسلم القدیم به قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا. ثم اعلم ان علمه تعالی لیس کعلمنا حیث یکون بعد ادراك المحسوسات والمعلومات فان المعلومات جمیعها من الازل الی الابد صغیرها وکبیرها قدیمها وحدیثها منکشفة فی علمه تعالی انکشافا تاما بسیطا بحیث لا یعزب عنه مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء وان ما اشرنا الی علمه تعالی بالانکشاف البسیط انما هو بحسب فهمنا القاصر

سب کچھ جان لے۔ جب ان تمام امور کو جان لیتا ہے تو اس کے خلق پر اقدام کر سکتا ہے۔

اس صورت سے علم اور خلق میں عموم خصوص کی نسبت ہوئی۔ پس افراد مخلوقات غیر متناہیہ کے ہر ایک فرد کے لئے اس کا خالق یقیناً علوم غیر متناہیہ رکھتا ہے۔ اگر تم عالم سموات اور جو اس سے بھی اوپر ہیں ان کے مخلوقات کو دیکھو تو زمین کی مخلوقات ان کی بہ نسبت ایسے معلوم ہونگیں جو نسبت ایک قطرے کو بحر محیط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ تو اب خود ہی سوچو کہ درختوں کی قلمیں اور دریاؤں کی سیاہیاں کہ جو سب متناہی ہیں علوم غیر متناہیہ کے لکھنے کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں۔ تو تمہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ قدیم ان سب پر قادر ہے اگرچہ حادث اس کے جاننے سے عاجز ہے۔ اور اس بات کو بھی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے علوم کی طرح نہیں ہے کہ معلومات اور محسوسات کے ادراک کے بعد پیدا ہوتا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں سارے معلومات چھوٹے اور بڑے نئے اور پرانے کہ جو ازل سے ابد تک ہونے والے ہیں سب کے سب ظاہر منکشف ہیں بانکشاف تام بسیط۔ اس طرح پر کہ ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز اس سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ نہیں ہے۔

ہم نے جو علم الٰہی کی تعبیر "انکشاف تام بسیط" کے لفظ سے کی ہے تو یہ باعتبار ہمارے افہام ناقصہ کے

والا فعلہ تعالیٰ صفۃ ذاتیۃ
لہ تعالیٰ فکما لا نقدر علی
معرفۃ ذاتہ تعالیٰ کذلک لا
نقدر علی معرفۃ صفاتہ اذا
علمت ھذا فاعلم انہ تعالیٰ
علم فی الازل انی اخلق
العبد الفلانی فی یوم کذا فی
ساعۃ کذا من سنۃ کذا ویبقی
فی بطن امہ کذا من الشھور
والایام ویولد ثم نعلم عمرہ وعملہ
ورزقہ واجلہ وخیرہ وشرہ
وصحتہ وسقمہ وکلامہ
وصمتہ وطاعتہ وعصیانہ
واکلہ وشربہ واخلاصہ و
نفاقہ وسعادتہ وشقاوتہ
وحرکتہ وسکونہ ونومہ ویقظتہ
وحیاتہ ومماتہ وجمیع اطوارہ
واوضاعہ من حین یولد الی
حین یموت وبعد الموت الی الابد
الآباد وعلم انہ یفعل کذا فی
ساعۃ کذا واجازیہ بکذا وکان
ھذا العلم مستکنا فی خزائن العلوم
الغیر المتناھیۃ فلما ان اراد اللہ
تعالیٰ اطلاع بعض خواص عبادہ

ہے۔ ورنہ علم الٰہی خداوند تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے
اور جس طرح سے کہ ہم خداوند تعالیٰ و تقدس کی معرفت
ذات پر قدرت نہیں رکھتے۔ اسی طرح سے
معرفت صفات پر بھی ہم قادر نہیں ہیں۔
اس کے بعد یہ سمجھو کہ خداوند تعالیٰ نے ازل
میں جان لیا تھا۔ کہ میں فلاں بندہ کو فلاں
دن اور فلاں ساعت اور فلاں برس میں
پیدا کروں گا۔ اور یہ بندہ اپنی ماں کے
پیٹ میں اتنے مہینے اور اتنے دن رہیگا
اور اس کے بعد تولد ہوگا۔ اسی طرح سے
اس کی عمر اور عمل۔ رزق اور اجل
خیر و شر۔ تندرستی اور بیماری۔ گفتگو اور
خاموشی۔ فرمانبرداری اور نافرمانی۔
کھانا اور پینا۔ اخلاص اور منافقی۔ نیک
بختی اور بدبختی۔ حرکت اور سکون۔ سونا اور
جاگنا۔ حیات اور موت۔ اور سارے
اوضاع و اطوار جب سے پیدا ہوا ہے
مرنے کے دم تک اور مرنے کے بعد ابدالآباد
تک سب جان لئے تھے۔ اور یہ بھی جان
لیا تھا کہ یہ بندہ ایسا کام فلانی ساعت
میں کرے گا۔ اور اس کی یہ جزا اسے
ملے گی۔ یہ علم دراصل خزائن علوم غیر
متناہیہ میں پوشیدہ تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ
نے ارادہ فرمایا کہ اپنے بعض خاص بندوں

علیہ من الملئکۃ المقربین وارواح عبادہ الصالحین تابل ذلک العلم المکنون باللوح المحفوظ فظہر جمیع ذلک فی اللوح بطریق الانعکاس بواسطۃ القلم الربانی فذلک ھو التقدیر الذی امرنا بالایمان بہ والقضاء الذی امرنا بالرضاء بہ ولابد ان یظہر جمیع ماکتب فی اوقاتہ المخصوصۃ المقدرۃ لہا لاتبدیل لکلمات اللہ تعالیٰ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جف القلم بما ھو کائن و فی ھذا المحل یمحو اللہ ما یشاء بسبب من الاسباب ویثبت مایشاء بسبب من الاسباب لان القادر علی الایجاد قادر علی الاعدام بالطریق الاولے

و

ذلک تقدیر

العزیز

العلیم

یعنی ملائکہ مقربین اور صالح بندوں کے ارواح کو اس سے اطلاع دے تو اس پوشیدہ علم کو لوح محفوظ کے سامنے کردیا تو وہ سب لوح محفوظ میں بواسطہ قلم ربانی بصورت انعکاس ظاہر ہوگئے اسی کو تقدیر کہتے ہیں جس پر ایمان لانے کا امر کیا جاتا ہے اور یہی قضا ہے جس پر راضی رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اور ضرور ہے کہ جو کچھ وہاں لکھا جا چکا ہے وہ اپنے اوقات مخصوصہ معینہ پر ہی ظاہر ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیل کی گنجائش نہیں اور جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو چیزیں ہونے والی ہیں ان کو لکھکر قلم فارغ ہوگیا ہے" اور اسی محل میں یہ آیت وارد ہے کہ محو کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے کسی سبب سے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے کسی سبب سے۔ اس لئے کہ جو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ ناپید کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

اور یہ خداوند غالب و دانا کی تقدیر ہے۔

اذا علمت هذه فاعلم ان التقدير على نوعين النوع الاول ما كان لكسب العبد فيه مدخل و تسبب لحصول الرزق و الافعال البدنية والحركات الارادية والنوم واليقظة والطاعة والعصيان وغيرها والنوع الثاني مالم يكن لكسب العبد فيه مدخل كالحيوة والممات والصحة والسقم وعروض الآفات الارضية والسماوية وتولد الذكور والاناث من الاولاد وغيرها ولا كلام لنا فيما لم يكن لكسب العبد فيه مدخل واللازم على العبد فيها التسليم والرضاء واما النوع الاول وهو ما كان لكسب العبد فيه مدخل. فنقول ان عمل العبد سبب لتقديره تعالى خيرًا كان او شرًا والجزاء.

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو اب جاننا چاہئے کہ تقدیر دو قسم پر ہے۔ پہلی قسم وہ ہے کہ جس میں بندے کے کسب و عمل کو اس میں دخل ہو اور کسب اس کا سبب بن جاتا ہو۔ جیسے حصول رزق۔ افعال بدنیہ اور حرکات ارادیہ نیند اور بیداری طاعت وعصیاں وغیرہ۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس میں کسب عبد کو مطلق دخل نہیں جیسے حیات وموت صحت ومرض۔ آفات سماویہ وارضیہ کا عارض ہونا۔ اولاد میں نر و مادہ کا پیدا کرنا وغیرہ۔

اور اس صورت میں جس میں کہ بندہ کے کسب کو دخل نہیں ہماری گفتگو بے سود ہے بلکہ بندہ پر اس صورت میں یہ لازم ہے کہ تسلیم اور رضا کو اپنا مسلک بنائے۔

لیکن پہلی قسم "جس میں بندے کے کسب کو دخل ہوتا ہے" اس کے بارہ میں ہم تمہیں بتلا دیتے ہیں کہ بندہ کا عمل نیک ہو چاہے برا اللہ تعالی کی تقدیر کا سبب بن جاتا ہے۔ اور جزا جو اس پر

المرتب علیہ مسبب
لہ لان العبد یعمل
باختیارہ خیراً
کان او شراً ویجزیہ
اللہ تعالیٰ علیہ
ان کان خیراً فخیر
وان کان شراً فشر
ان لم تسبقہ العنایۃ
بالتوبۃ او بالشفاعۃ
او غیر ذلک حتی انہ
لم یکتب علیہ شرہ
برھۃ من الزمان
لعلہ یتوب کما ورد
فی الحدیث قال اللہ
تعالیٰ من عمل صالحاً
فلنفسہ ومن اساء
فعلیہا وما ربک
بظلام للعبید و
قال تعالیٰ
فاما من اعطیٰ
واتقیٰ
وصدق بالحسنیٰ
فسنیسرہ
للیسریٰ

مرتب ہوتی ہے وہ اسی کا نتیجہ یا سبب ہوتی ہے اس لئے کہ بندہ برا یا بھلا عمل اپنے اختیار ہی سے کرتا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ پھر اس عمل کے لحاظ سے بری یا بھلی جزا دے دیتا ہے بشرطیکہ عنایت ازلی نے توفیق توبہ سے اس کی دستگیری نہ کی اور شفاعت نے اس کو اپنے سایۂ رحمت میں نہ لیا وغیر ذالک۔

یہ صورت نہیں ہوتی کہ یکایک بری جزا اس کے لئے لکھ دی جاتی ہے اس لئے کہ شاید توبہ کی توفیق اسے نصیب ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی حدیث شریف میں وارد ہو چکا ہے:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس کسی نے نیک عمل کیا تو اپنے بھلے کے لئے کیا اور جس نے بدکاری کی تو وبال بھی اسی پر ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اور ارشاد ہے کہ جس نے دیا اور تقویٰ کیا اور سچ سمجھا اچھی بات (یا جنت) کو تو ہم آسان کر دیں گے

واما من بخل واستغنی و کذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ و انت تعلم ان فاء التعقیبیۃ تقتضی الترتیب والتعقب فعلم ان الجزاء یحدث بعد العمل والتقدیر الازلی وھو علم اللہ تعالیٰ بھذہ القصۃ لا یجبر العبد علی العمل ولیس تقدیرہ تعالیٰ فی الازل سببا لمعصیۃ العبد حتی یکون العبد مجبورا فی المعصیۃ و ینسب الظلم الی حضرت اللہ تعالیٰ وتقدس من یعذبہ ایاہ بعد مجبوریتہ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا لان اللہ تعالیٰ

اسے آسانی کے لئے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ رہا اور جھوٹ سمجھا اچھی بات (یا جنت) کو تو ہم اس کو آسان کردیں گے سختی اور تنگی کے لئے"۔

اس آیہ کریمہ میں (نحوی قاعدہ) تم جانتے ہو گے کہ "فاء" تعقیبیہ ترتیب اور درپے ہونے کو چاہتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جزا عمل کے بعد ہی پیدا کی جاتی ہے۔ اور تقدیر ازلی یعنی علم الٰہی جو اس کام کے متعلق تھا بندہ کو اس کام کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ اور تقدیر الٰہی جو ازل میں ہو چکی ہے بندے کی معصیت کا سبب نہیں بن جاتی یہاں تک کہ بندہ اپنی معصیت میں بالکل مجبور ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کی جا سکے کہ بندہ کے مجبور ہونے کے ساتھ اسے عذاب دیا جا رہا ہے۔ "ظالموں کے اس کہنے سے حق سبحانہ وتعالیٰ برتر ہے اور بہت برتر ہے"

اس لئے کہ خداوند تعالیٰ

ليس بظلام للعبيد بل هو ارحم الراحمين بعباده وكيف يكلف الله عباده بامره لهم بلا امر وامر ونهيه لهم عن المناهي والحال ان العباد لا يقدرون على شئ من ذلك ويسلب التوفيق عنهم كمن يامر الاعمى بقراءة كتاب لم يعرفه وقد قال الله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت وهذه العقيدة من اخبث العقائد الفاسدة لان فيها ابطال الشرائع راسا وارسال الرسل فضولا

اپنے بندوں پر ظالم نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنے بندوں پر ارحم الرحمین ہے۔ خود ہی سوچو کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو کیسے اس بات کی بھلا تکلیف دے سکتا ہے کہ وہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو اس حال میں کہ بندے بے چارے کسی چیز قدرت ہی نہ رکھتے ہوں اور توفیق ان سے چھین لی گئی ہو؟

یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی شخص کسی اندھے کے سامنے کوئی کتاب کھول دے کہ اس کو بیٹھے پڑھا کرو جس کو وہ بے چارہ جانتا ہی نہ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا۔

یہ عقیدہ سب عقائد فاسدہ میں نہایت ناپاک اور بُرا ہے اس لئے کہ اس کی بنا پر سب شریعتیں سرے سے بالکل باطل ٹھیریں گی۔ اور رسولوں کے مبعوث

وعبثا عیاذا باللہ منہا۔
فان قلت کیف یکون عمل
العبد الحادث سببا
لتقدیرہ تعالیٰ وتقدیرہ
تعالیٰ ازلی وتقدم
السبب علی المسبب مسلم
عند اھل العلم فیلزم
تقدم المسبب علی السبب وذا
غیر جائز۔ قلت التبس
علیک العلم بالعمل
فان علمہ تعالیٰ بان العبد
الفلانی یفعل الفعل الفلانی
فی الزمن الفلانی واجازیہ
بالجزاء الفلانی ھذا ھو
التقدیر الازلی ونسلم تقدیمہ
علی العمل الحادث للعبد
ولیس ھذا التقدیر العلمی
فی الحقیقۃ سببا ولا مسببا
بل السبب عمل العبد الحادث
والمسبب جزاء العمل
الحادث قال اللہ تعالیٰ واللہ
خلقکم وما تعملون۔ فکما
ان خلق العبد حادث و
مباشرۃ الابوین سبب لہ

ہونے کو فضول اور عبث کہنا پڑیگا۔
پناہ بخدا۔

سوال: بندے کا عمل جو حادث (نوپیدا) ہے تقدیر الٰہی ازلی کا کیسے سبب بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ سبب کا مسبب پر مقدم ہونا اہل علم کے نزدیک ثابت ہے اس صورت میں تو مسبب سبب پر مقدم ہو رہا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں۔

جواب: تم پر علم اور عمل کا التباس ہو گیا ہے اس وجہ سے یہ اشکال پیدا ہوا ہے صورت واقعہ یہ ہے کہ علم الٰہی میں جو یہ بات تھی کہ فلاں بندہ فلانے زمانہ میں یہ کام کرے گا اور اس کو اس پر یہ جزا دی جائے گی یہی تقدیر ازلی ہے اور اس کی تقدیم بندے کے حادث فعل پر ہم ضرور مانتے ہیں لیکن یہ تقدیر علمی درحقیقت نہ سبب ہے نہ مسبب۔ بلکہ اس کا سبب بندے کا وہ حادث عمل ہے اور اس حادث عمل کی جزا اس کا مسبب ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو۔ پس جس طرح سے کہ بندہ خود حادث ہے اور والدین کی مقاربت اس کا سبب

لذلك خلق عمل العبد حادث ومباشرة العبد سبب له وجزاء الله تعالى اياه بعد عمله الحادث مسبب لذلك الفعل فلا يلزم تقدم المسبب على السبب

فان قلت اما سمعت فى الحديث الصحيح معاتبة موسى لآدم على نبينا وعليهما الصلوة والسلام فى اكله الشجرة فقال له آدم عليه السلام بكم علمت تقديره على مر قدره الله على قبل خلق باربعين عاما قال النبى صلى الله عليه وسلم فحج آدم موسى اه كما قال صلى الله عليه وسلم

ہے اسی طرح سے بندے کا عمل کرنا حادث ہے۔ اور خود بندے کا اس کام کو کرنا اس کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو اس کو اس عمل حادث کے بعد جزا دے گا یہ اس عمل کا مسبب ہے پس کہاں سبب مسبب پر مقدم ہوا؟

سوال: کیا تم نے صحیح حدیث میں نہیں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت آدم کے ساتھ شجرہ کے کھانے کے بارہ میں مناظرہ اور معاتبہ کیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس بات کی تقدیر میری پیدائش سے کتنا زمانہ پہلے ہو چکی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے۔ تو حضرت آدم نے کہا کہ کیا تم مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہو جس کو حق تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے میرے لئے مقرر کر رکھا تھا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

پس اس حجت میں حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ پر غالب ہو گئے؟

فلو لم یکن العبد مجبوراً لقضاء اللہ تعالیٰ ما حج آدم موسیٰ۔

قلنا القصۃ صحیحۃ وھی توئید مقصودنا من وجوہ الاول ان موسیٰ علیہ السلام کان نبیا و رسولا آتاہ اللہ التوراۃ فیھا تبیان کل شیئ فلو کان آدم مجبورا فی اکلہ الشجرۃ ما عاتب علیہ۔ الثانی ان کان آدم علیہ السلام مجبورا فی فعلہ ذلک لقال فی عذرہ من خطیئتہ ربنا انت ابتلیتنی بھذا ولکنہ قال ربنا ظلمنا انفسنا فان لم یکن لہ اختیار لما نسب الظلم الی نفسہ والثالث شھادۃ رب العلمین علی آدم بقولہ وعصی آدم ربہ فغوی ثم تاب علیہ وھدی۔

تو سوال یہ ہے کہ اگر بندہ قضائے الٰہی سے مجبور نہ ہوتا تو کیسے حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آتے؟

جواب:۔ یہ قصہ برابر صحیح ہے۔ لیکن یہ تو اور کئی وجوہ سے ہمارے مقصود کی تائید کر رہا ہے۔

وجہ اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول اور نبی تھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر تورات آتاری تھی! جس میں ہر ایک چیز کا بیان تھا پس اگر حضرت آدم اس شجرہ (گیہوں یا کھجور جو انہوں نے خلاف فرمان الٰہی جنت میں کھایا تھا) کے کھانے پر مجبور ہوتے تو حضرت موسیٰ ان پر عتاب وملامت نہ کرتے!

وجہ ثانی یہ کہ اگر آدم علیہ السلام اپنے فعل میں مجبور ہوتے تو اپنی اس خطا کے عذر میں یوں کہتے کہ "اے پروردگار تمہیں نے تو مجھے اس کام میں مبتلا کیا۔"

لیکن انہوں نے کہا تو یہ کہ "اے پروردگار، ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے" تو اگر ان کا کچھ بھی اختیار نہ ہوتا تو ظلم کو اپنی طرف کیوں نسبت دیتے؟

وجہ ثالث یہ کہ خود پروردگار عالم کی گواہی حضرت آدم پر ان الفاظ میں ہے کہ "آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔ پھر ان پر توجہ فرمائی (ان کی توبہ قبول فرمائی) اور راہ راست پر

فلو کان مجبورا لما نسب العصیان والغوایۃ الیہ۔ بقی کلام فی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فحج آدم موسیٰ ومفھومہ ان اللہ اعلم بامراد کلام حبیبہ ان آدم قال لہذا الامر قد فرغ منہ ومعنی ما اراد اللہ علیّ فی علمہ قبل خلقی فلا ینفع ایلاماتک لی فی ہذا الوقت۔ فان قلت سلمنا ان للعبد اختیار فی الفعل والترک وسلمنا ان فعل العبد سبب للجزاء المرتب علیہ فمن این حصل لہ الطاقۃ علی ذلک الاختیار قلنا ذلک من اللہ العزیز العلیم وذلک معنی قولنا مجبور فی اختیارہ بمعنی ان طاقۃ الاختیار حصلت لہ من اللہ تعالیٰ۔ فان قلت اذا کان طاقۃ الاختیار من اللہ تعالیٰ رجع الکلام الی اول البحث وصار العبد مجبورا فی اختیارہ فصار مجبورا فی افعالہ ولزم الدور۔

لائے تو اگر آدم علیہ السلام مجبور ہوتے تو نافرمانی اور گمراہی کی نسبت انکی طرف کیوں کیجاتی۔ البتہ یہاں پر یہ بات ایک کھٹکتی ہوئی رہجاتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمودہ کا کیا مقصد ہے کہ "حضرت آدم حضرت موسیٰ پر حجت میں غالب آگئے" جبکہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کا سوال ٹھیک تھا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب کے کلام کے اسرار زیادہ جانتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں میری پیدائش سے پہلے میرے متعلق جو ارادہ فرمایا تھا وہ ہوچکا اور اسکا وقت گذر چکا، اب سوقت تمہاری ملامت سے آخر کیا فائدہ؟

سوال: ہم نے تسلیم کرلیا کہ بندے کو کام کرنے اور نہ کرنے میں اختیار ہے اور یہ بھی مان گئے کہ بندے کا فعل ہی اس جزا کا سبب ہے جو اسپر مرتب ہوگی۔ لیکن خود یہ اختیار کہاں سے آیا اور اسپر طاقت کس نے دی؟

جواب: اس اختیار کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کیجانب سے ہے اور یہی معنی ہے ہمارے اس قول کے کہ بندہ اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ اختیار کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔

سوال: جب اختیار کی طاقت خداوند تعالیٰ سے ہی ہوئی اور بندہ اپنے اختیار سے مجبور رہا تو اپنے افعال میں بھی مجبور ہوا اس صورت میں دور لازم آجاتا ہے اور پھر ابتدا سے بحث شروع ہوجاتی ہے؟

قلنا ليس الامر كما زعمت لان الاختيار معناه تساوى الطرفين اعنى الفعل و الترك فترجيح احدى الطرفين على الآخر بقصده وعزمه و استعمال الجوارح فيما رجحه بقصده عمل العبد المترتب عليه الجزاء حسب فعله ان خيرا فخير و ان شرا فشر ونسبة الاجبار فى الاختيار اليه سبحانه و تعالى مجازى - قال الله تعالى ومن يضلل الله فما له من هاد - ومن يشاء يضلله - و يضل الله الظالمين ويفعل ما يشاء فنسبة الاضلال اليه تعالى مجازى بعلاقة الارادة الازلية واعطاء القوة والقوت ومن هذا القبيل قول موسى على نبينا و عليه الصلوة والسلام ان هى الا فتنتك - ومثاله ولله المثل الاعلى كما اذا رأى

جواب : یہ صورت اس طرح پر نہیں جو آپکے خیال میں ہے اسلئے کہ اختیار کی معنی ہے دونوں طرف یعنے فعل اور ترک کا برابر ہونا تو جب ان میں سے ایک کو دوسرے پر اپنے قصد و ارادہ سے ترجیح دیجائیگی اور جسکو ترجیح دی ہے اس کی سرانجامی کیلئے اعضاء بھی کام میں لگائے جائینگے تو یہ بندہ کا عمل ہوا جسپر جزا موافق عمل بُری یا بھلی مرتب ہوتی ہے اور مجبوری کی نسبت جو اختیار میں حق سبحانہ وتعالٰے کی طرف کیگئی ہے۔ یہ مجازاً ہے۔ جیسا کہ حق تعالٰی کا ارشاد ہے جسکو اللہ گمراہ کرے اسکا کوئی رہبر نہیں۔ اور جسکو اللہ چاہے گمراہ کردے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے

اُن سب مثالوں میں گمراہی کی نسبت اللہ تعالٰے کی طرف ارادہ ازلیہ اور قوت بخشنے اور رزق دینے کے علاقہ سے مجازاً کی گئی ہے۔

اور حضرت موسٰے (ہمارے رسول اکرم پر اور اُن پر اللہ تعالٰے کی رحمتیں اور سلام ہوں) کا یہ قول بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ یہ تیرا فتنہ (آزمائش) ہی ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے (اور اللہ تعالٰے ہی کیلئے اچھی مثال (صفت) ہے) جیسے کوئی شخص اپنے

ولدہ والوالد عاق لوالدہ ویعمل
الخبائث والوالد مکبٌّ علی
تربیتہ فیلوم الناس و
یقولون لہ انت اضللتہ
فالوالد وان کان یُرَبِّیہ
لکنہ لا یرضی بضلالتہ
کذلک ربنا یربینا ولکن
لا یرضی بضلالتنا قال اللہ
تعالیٰ ولا یرضی لعبادہ الکفر
قال صاحب الامالیۃ مریدا
الخیر والشر القبیح ولکن
لیس یرضی بالمحال و رجعنا
الی اصل البحث فالذی
یعتقد المجبوریۃ للعبد و
یجیبنا بقولہ ھذا شیٔ
قدرہ اللہ علیّ قبل خلق
نراہ منہمکا فی حصول الرزق
جمیع عمرہ لا یفتر عنہ ساعۃ
حتی انہ لا یفرق بین الحلال
والحرام فان عاتبہ احد علی
ذلک الانہماک یقول یا شیخ
نحن مامورون بالسعی فی
حصول الرزق وھذا العالم
عالم الاسباب او ما سمعت

بیٹے کی پرورش کر رہا ہو۔ اور بیٹا اپنے باپ کا نافرمان ہو اور بدکاریوں میں مبتلا ہو اس حال میں بھی باپ اس کی پرورش و تربیت میں بے حد کوشاں ہو۔ اس پر لوگ باپ کو ملامت کریں کہ تم نے اپنے بیٹے کو گمراہ کر دیا ہے باپ اگرچہ اس کی پرورش کر رہا ہے لیکن اس کی گمراہی سے وہ کبھی بھی راضی نہیں۔ اسیطرح سے ہمارا پروردگار ہماری پرورش کرتا ہے لیکن ہماری گمراہی سے کسی طرح وہ راضی نہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں۔ قصیدہ امالیہ والے فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ بھلائی اور برائی دونوں کا ارادہ کرتا ہے لیکن محال سے وہ راضی نہیں"

اب ہم پھر اصل بحث کیطرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو بندوں کی مجبوری کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ہمیں ہر سوال پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں ہماری پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیا تھا" انکو ہم دائماً رزق کے حاصل کرنے میں منہمک پاتے ہیں اور وہ عمر بھر اس طلب سے ایک گھڑی بھی غافل نہیں ہوتے یہانتک اس گرمجوشی میں حلال اور حرام کے فرق کو بھی بالائے طاق رکھدیتے ہیں۔ اب اگر کوئی انہیں اس انہماک پر ملامت کرنے لگے تو بیدھڑک کہدیتے ہیں کہ حضرت! رزق حاصل کرنیکی کوشش پر تو ہم مامور ہیں اور یہ تو عالم اسباب ہے بغیر اسکے چارہ نہیں اور کیا آپنے نہیں سنا کہ

قوله صلى الله عليه وسلم اطلبوا الرزق من ابوابها و الكاسب حبيب الله الى غير ذلك. وما يحصل له من الرزق ينسبه الى سعى نفسه ويقول انا حصلت كذا انا فعلت كذا ولا يذكر قوله هذا شيئ قدره الله على قبل خلقى يعد نفسه مجبورا فى الطاعات وترك الواجبات ويعد نفسه مختارا فى حصول الارزاق حلالها وحرامها. وان دخل اللص بيته لاخذ شيئ من ماله يحاربه ويقاتله وربما يقتله وان سبه احد يسبه باغلظ منه ولا يلتفت الى عقيدته انه مجبور فى دخول بيته وسبه كما هو بنفسه مجبور فى ترك الفرائض والهجوم على ما نهى الله تعالى عنه وهذا غاية الحماقة والسفاهة نسأل الله تعالى العفو والعافية والاستقامة على منهاج

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو فرما ہی دیا ہے کہ رزق کی طلب رزق کے دروازوں سے کرو۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ کمانیوالا اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے، وغیرہ وغیرہ! تعجب تو یہ ہے کہ جو کچھ کما لیتے ہیں اسکی نسبت اپنی ہی کوشش کی طرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے یہ چیز کمائی ہے اور میں نے یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے۔ یہاں کبھی یہ نہیں کہتے کہ بس اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے میری تقدیر میں لکھا تھا۔ اپنے آپکو عبادات اور واجبات کے ترک میں تو بالکل مجبور سمجھیں لیکن حلال و حرام رزق کے حاصل کرنے میں اپنے نفس کو مختار کل جانیں۔ عجب حساب ہے۔

اور سنئے! اگر کوئی چور مال اٹھانے کیلئے انکے گھر میں گھس پڑے تو خوب داد شجاعت دیکر ان سے لڑینگے اور جو بس چلا تو گردن مارنے میں بھی دریغ نہ کرینگے۔ اسیطرح اگر انہیں کوئی گالی دے تو اس سے بڑھکر غلیظ گالیاں بکنے لگینگے۔ ایسے مقام پر انکی نظر التفات کبھی اپنے عقیدے کیطرف نہ اٹھیگی کہ وہ بیچارہ بھی گھر میں گھسنے یا گالی دینے میں ایسا ہی مجبور ہے جیسا کہ ہم خود فرائض کے ترک اور محرمات الٰہی پر جھک پڑنے میں مجبور ہیں!! خود ہی سوچ کہ یہ کس قدر حماقت اور سفاہت ہے!!

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالے ہمیں عفو و عافیت نصیب فرمائے اور اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر

اهل السنة والجماعة ونختم الرسالة بتائية الشيخ اسماعيل المقرى رحمه الله تعالى قال رحمه الله تعالى -

الى كم تمادى فى غرور وغفلة
وكم هكذا نوم الى غير يقظة
لقد ضاع عمر ساعة منه تشترى
بملء السما والارض اية ضيعة
اترضى من العيش الرغيد وعيشة
مع الملاء الاعلى بعيش البهيمة
فيا درة بين المزابل القيت
وجوهرة بيعت بابخس قيمة
افان بباق تشتريه سفاهة
وسخطا برضوان ونارا بجنة
اانت صديق ام عدو لنفسه
فانك ترميها بكل مصيبة
ولو فعل الاعدا بنفسك بعض ما
فعلت لمستهم لها بعض رحمة
لقد بعتها هونا عليك رخيصة
وكانت بهذا منك غير حقيقة
كلفت بها دنيا كثير غرورها
تقابلنا فى نصحها بالخديعة
اذا اقبلت ولت وان هى احسنت
اساءت وان صافت فتق بالكدرة

استقامت بخشے۔

ہم اپنے رسالہ کو شیخ اسمٰعیل مقری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصیدہ تائیہ پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

(۱) کب تک غرور اور غفلت میں پڑے رہو گے اور کب تک ایسی نیند سوتے رہو گے جسکی انتہا بیداری پر نہیں ہوتی (۲) تمہاری ایسی بے بہا عمر ضائع ہو چکی ہے کہ اگر اس کی ایک گھڑی بھی آسمان و زمین بھر کر دینے سے خرید سکتے۔ تو اسکو ضائع نہ کہا جاتا تو (۳) کیا بہترین زندگی اور اس زندگی کے بدلے جو ملاء اعلیٰ کیساتھ ہو چوپایوں کی سی زندگی بسر کرنے پر راضی ہو گئے ہو؟ (۴) افسوس ہے کہ قیمتی موتی کو گندگی میں پھینکا گیا ہے اور جوہر بے بہا کو ادنیٰ قیمت پر فروخت کر دیا گیا ہے؟ (۵) کیا سفاہت اور نادانی سے تم فانی کو باقی کے عوض اور غضب کو رضائے الٰہی کے بدلے دوزخ کو جنت کے عوض خریدتے ہو؟ (۶) کیا تم اپنے نفس کے دشمن ہو یا دوست کہ اسکو ہر ایک مصیبت میں ڈالدیتے ہو؟ (۷) اگر تمہارے دشمن تم پر ان مظالم میں سے ایک حصہ بھی کر گذریں جو تم نے اپنے نفس پر کئے ہیں تو انکو بھی ضرور کچھ نہ کچھ تم پر رحم آجاتا۔ (۸) تم نے اپنے نفس کو بہت ہی سستا بیچا ہے اس لئے کہ وہ تمہارے سامنے حقیر ہے۔ اور در اصل اسکی اس قدر بیقدری کرنا تمہیں شایان اور مناسب نہیں۔ (۹) تم نے اپنے نفس کو ایسی دنیا میں مشغول رکھکر تکلیف دی ہے کہ جس کے دھوکے بےحساب ہیں اور جو خیر خواہی اور نصیحت کیجاتی ہیں ان میں بھی فریب اور بدخواہی سے پیش آتی ہے۔ (۱۰) اسکی تو یہ حالت ہے کہ جب وہ سامنے آتی ہے (تو فی الحقیقت) اسکی روگردانی ہوتی ہے اور جب بھلائی کرتی ہے تو وہ در اصل اسکی برائی ہوتی ہے اور اگر وہ صاف اور ستھری بجائے تو تم اسکے گدلا اور گندہ ہونے پر یقین رکھو۔

[11] وعیشك فیها الف عام وینقضی
كعیشك فیها بعض یوم ولیلة
[12] علیك بما یجدی علیك من التقی
فانك فی سهو عظیم وغفلة
[13] تصلی بلا قلب صلاة بمثلها
یصیر الفتی مستوجبا للعقوبة
[14] تخاطبه ایاك نعبد مقبلا
علی غیره فیها لغیر ضرورة
[15] ولو رد من ناجاك للغیر طرفه
تمیزت من غیظ علیه وغیرة
[16] تصلی وقد اتممتها غیر عالم
تزید احتیاطا ركعة بعد ركعة
[17] فویلك تدری من تناجیه معرضا
وبین یدی من تنحنی غیر مخبت
[18] ذنوبك فی الطاعات وهی كثیرة
اذا عددت تكفیك عن كل زلة
[19] تقول مع العصیان ربی غافر
صدقت لكن غافر بالمشیئة
[20] وربك رزاق كما هو غافر
فلم لا تصدق فیهما بالسویة
[21] فكیف ترجی العفو من غیر توبة
ولست ترجی الرزق الا بحیلة
[22] وما هو بالارزاق كفل نفسه
ولم یتكفل للانام بجنة

(۱۱) اور بفرض محال) اگر تم دنیا میں ہزار برس بھی رہو تو وہ بھی اسی طرح گذر جائینگے جیسے تمہاری ایک رات اور دن گذر جاتے ہیں؛ (۱۲) اپنے اوپر پرہیزگاری کو اور ان چیزوں کو جو نفع رساں ہوں لازم کر رکھو کیونکہ تحقیق تم ایک بڑی بھول اور غفلت میں پڑے ہوئے ہو؛ (۱۳) حضور قلب کے سوا تم ایسی نماز پڑھتے ہو جس سے آدمی اور سزا و عقوبت کا مستحق ہو جاتا ہے؛ (۱۴) حق سبحانہ و تعالیٰ کو اسطرح پر مخاطب ٹھیراتے ہو کہ "ایاک نعبد" (ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں) درآنحالیکہ تمہاری توجہ بے ضرورت ماسوا اللہ کی طرف ہوتی ہے؛ (۱۵) برخلاف اسکے اگر کوئی شخص جو تم سے سرگوشی کر رہا ہے اگر غیر کیطرف منہ موڑ لے تو فرط غیظ و غضب سے تم اسپر جھلا پڑتے ہو؛ (۱۶) نماز پڑھ رہے ہو اور اس کے ختم ہونے کی خبر ہی نہیں کہ احتیاطاً ایک رکعت کے بعد دوسری بڑھا دیتے ہو؛ (۱۷) وائے تم پر! کہ جس سے تم سرگوشی کر رہے ہو اسکو روگردان سمجھتے ہو اور جس کے آگے تم جھکتے ہو اس جھکنے میں بھی عجز و نیاز سے خالی ہو؛ (۱۸) تمہارے گناہ عبادتوں میں ہی اسقدر کثیر ہیں کہ انکا شمار کرنا ہی کافی ہے دوسرے گناہوں اور لغزشوں کے شمار کی کیا ضرورت ہے؛ (۱۹) تم کہتے ہو کہ گناہوں کی کیا پرواہ میرا پروردگار بخشنے والا ہے؛ ہم کہتے ہیں سچ کہتے ہو لیکن بخشش بھی مشیت اور ارادہ کے بعد ہے؛ (۲۰) تیرا رب تو جسطرح کہ بخشنے والا ہے ایسا ہی رزق دینے والا بھی ہے پھر کیوں ان دونوں وصفوں کی یکساں تصدیق نہیں کرتے ہو؛ (۲۱) جبکہ تم رزق کی امید بغیر حیلہ و جستجو کے نہیں کرتے تو کسطرح اسکے عفو کی امید بغیر توبہ کے کئے بیٹھے ہو؛ (۲۲) حالانکہ باریتعالیٰ نے رزق کیلئے اپنے آپکو کفیل ٹھیرایا ہے لیکن لوگوں کیلئے جنت کا ضامن نہیں بنا

وما ذلت تسعی بالذی قد کفیته
وتهملها کلفته من وظیفة
تبیتی به ظناً وعن تارة
علی حسب ما یقتضی الهوی بالقضیة

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العٰلمین۔ اللّٰهم انک تعلم انی ما اردتُ بکتابة هذه الرسالة الا الاصلاح والصیانة لعقائد المسلمین فان کان صوابا فمنک ولک المنة وان کان خطاء فمن نفسی واسئلک الهدایة والتوفیق لما تحب وترضٰی وصلی الله علی سیدنا محمد واٰله واصحابه وسلم

واما مسئلة الروح فانها وان کانت موعودة فی اول الرسالة لکنی اعرضت عنها لوجهین۔ الاول انه

(۲۲) تعجب کی بات ہے جن امور میں تیری کفایت کر دی گئی ہے انہیں تو تم ہمیشہ کوشاں رہتے ہو اور جن فرائض کی بجا آوری کیلئے تمہیں تکلیف دی گئی ہے انکو ویسے ہی چھوڑ دیتے ہو" (۲۳) خدا تعالےٰ نے کیا تقاضا کبھی تو حسن ظن سے کام لیتے ہو اور کبھی بدگمانی کرتے ہو بقصد یہ کہ ہر ایک بات میں اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہو۔"

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العٰلمین

اے میرے پروردگار! تم تو جانتے ہو کہ میں نے اس رسالہ کے لکھنے سے صرف اصلاح اعتقاد اہل اسلام کی حفاظت ہی کی نیت اور ارادہ کیا ہے اگر یہ واقعی ٹھیک اور صواب ہے تو میں اس کو تیرے ہی فضل و کرم کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اور تیرا احسان مانتا ہوں۔ اور اگر خطا اور بےجا ہے۔ تو اس کو میں اپنے نفس ہی کی طرف سے جانتا ہوں۔ اور میں تم سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں اور جن باتوں سے تم راضی ہوتے ہو اور ان کو پسند فرماتے ہو۔ ان کی توفیق چاہتا ہوں۔ و صلے اللہ علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ وسلم

مسئلہ روح کے بارے میں اگرچہ ابتدائے رسالہ میں وعدہ کیا گیا تھا۔ لیکن دو وجہ کی بنا پر میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ ہم اس مسئلے کو بحث میں

ادراكنا لها و ورد النهي عن بيان ماهيتها. والثاني رأيت الاكابر قد بحثوا عنها في كتبهم كالغزالي رح وغيره من حيث تعلقها بابدان العباد و محلها وتصرفها في البدن الى غير ذلك من احوالاتها المعقولة للانسان وقد اشرت الى بعض احوالاتها في كتابي الاصول الاربعة وبعضهم افردوا التاليف في بيان مسئلة الروح ككتاب الروح للشيخ ابن القيم وكتاب باب الفتوح في احوال الروح للشيخ عبد الهادي المصري وكتاب البرزخ للشيخ التوكلي الهندي وغيرهم فاكتفيت بتصانيف الاكابر ورأيت تكرارها تحصيل الحاصل فان شئت الاطلاع عليها فعليك بكتب القوم

بہت ہی کم سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کی ماہیت وحقیقت کے بیان کرنے پر نہی و منع بھی وارد ہو چکی ہے۔"

وجہ دوم یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ کا بحث کیا ہے۔ جیسے امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ ابدان عباد کے ساتھ روح کو کیا تعلق ہے۔ اور اس کے محل اور اس کے تصرف کو جو بدن میں ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔ مقصد یہ کہ یہ اور ان جیسے وہ حالات جو انسان کی سمجھ میں آسکتے ہیں، انہوں نے لکھ دیئے ہیں جن میں سے بعض حالات کی طرف میں نے اپنی کتاب "اصول اربعہ" میں بھی اشارہ کیا ہے۔

بعض بزرگوں نے تو اس مسئلہ پر جداگانہ کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جیسے شیخ ابن القیم کی کتاب "الروح"۔ اور شیخ عبد الہادی مصری کی کتاب "باب الفتوح فی احوال الروح"۔ اور شیخ توکلی ہندی کی کتاب "البرزخ" وغیرہ۔ اس لئے میں نے انہی کی تصانیف کو کافی سمجھا۔ اور اس مسئلہ کو پھر دہرانا تحصیل حاصل جانا۔ اگر تم اس مسئلہ کے جاننے کا شوق رکھتے ہو تو انہیں کی کتابیں دیکھو۔"

رزقنا اللہ وایاک الاستقامۃ علی الطریقۃ المنجیۃ المرضیۃ والسلام علی من اتبع الہدیٰ وانا العبد الفقیر محمد حسن الفاروقی احسن اللہ حالہ ومآلہ ۱۳۴۹ھ

حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں نجات دہندہ اور پسندیدہ طریقہ پر استقامت بخشے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ میں ہوں فقیر محمد حسن فاروقی۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا وآخرت کو بہتر بنائے ۱۳۴۹ھ

تقریظ

علامۃ الدہر رئیس العلماء(۱) مولٰنا عبدالباقی صاحب ہمایونی قاضی بلاد سندھ وبلوچستان

من خطہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان من خلق الانسان وعلمہ البیان وجعل قلوب العلماء ریاضا تفتح انوارہا وازہارہا۔ وامطر علیہا من سحائب فیوضہ غیثا مدرارا۔ فنحمدہ علی نعمائہ سرا وجہارا ونشکرہ علی آلائہ اعلانا واسرارا۔ ونصلی علی سیدنا محمد الذی اصطفاہ من بنعۃ العرب اصطفاء واختیارا۔ وعلی آلہ واصحابہ الذین جعلہم ابرارا واخیارا۔ وبعد فانی رأیت رسالۃ مسماۃ بطریق النجاۃ کانہا روضۃ اغرست دوحا واشجارا۔ وحدیقۃ تراکمت افنانا وازہارا۔ فقلت۔ ہذا الکتاب لنقشہ۔ ومدادہ کثبان سک ریحہ یتنشق قرطاسہ کالیاسمین نضارۃ۔ کراستہ حکاہا

المنطق طالعة والعين منه قريرة والقلب من فرط الصبا به يخفق من حسنه وجماله وبهائه لمعان نصل كالكواكب يشرق كيف لا وهو من بدائع افكار من فاق في الفصاحة والبلاغة اقرانه العلماء بالبراعة والبركات اجمع الفصحاء على كماله۔ واتفق الفضلاء على حسن خصاله هو الحبر النحرير والغيث المطير والبحر الغزير والسميدع الكبير الماهر في العلوم الشرعيه والواقف في الفنون الادبية العارف بالله العليم والعالم بقواعد الدين القويم سيدنا وسندنا حضرة الخواجه محمد حسن جان الجددي مد ظله العالى اللّهم متع المسلمين ببقاء ذات ذالك العلام الفهيم من تصانيفه المقبولة عند الخواص والعوام بحرمة حبيبك سيد الانام عليه وعلى آله واصحابه الصلوة والسلام۔

وانا الفقير عبد الباقي الهمايوني عفا الله عنه۔

(۲)

حضرت راس الفضلاء علامة العصر مولنا محمد حسن جان سجاده نشین درگاه کنیار شریف ومفتی بلوچستان

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لك اللّهم بما اسبغت علينا من نعمائك العلية وافضت علينا من الائك السنية وصلوة على من ارسلته رحمة للناس كافة وعلى آله واصحابه الذين هم اخيار البرية۔ وبعد فقد طالعت رسالة كانها حديقة ذات بهجة وروضة من رياض الجنة بترتيب وتهذيب رشيق بمعان كثيرة ولفظ وجيز ليس هذا بعزيز فانها من تاليف من رقا بهمته الصائب الى السماك وبلغ الغاية القصوى في الادراك

فائق على المصنفين بالفصاحة والبلاغة وحاز قصبات السبق فی مضمار البراعة شیخ الاسلام وامام الانام حضرة الخواجه محمد حسن جان الفاروقی السرهندی ما بحت اقمار فضله ساطعه ونجوم فیضانه لامعه بحرمة سید الاولین والآخرین علیه صلوٰة الله وسلامه وعلی آله واصحابه اجمعین وانا الفقیر محمد حسن الکتیاری تجاوز عنه الله الباری؛

(۳)

سراج العلماء نبراس الاتقیاء الفقیه المشهور وبحر المبرور مولانا المولوی محمد قاسم المتوطن فی گرهی یسین

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعده وعلی آله واصحابه الذین صدقوا وعیده ووعده وبعد فانی طالعت رسالة عجیبة مسماة بطریق النجاة مشتملة علی اللطائف والنکات صنفها العالم الربانی والعارف الحقانی البحر الزخار والغیم المدرار شیخ السنة ومميت البدعة وهو الذی طفئت بشموس فضله سرج الجهالة والضلالة واضمحلت فی عصره دیاجیر الغباوة والغوایة وانبطت علیه عمائم الفضل من بد الشعور وانیخت لدیه مطایا الکرام فی العشی والسحور اجمع الفصحاء علی فصاحته اجماعا واتبع الفضلاء بسنته اتباعا سیدنا وسندنا حضرة الخواجه محمد حسن الفاروقی المجددی لازالت شموس فیوضه بازغة واقمارا فاضته لامعة فبادروا ایها الطلاب الی اقتناء نخائر هذا الکتاب فانه حاو علی تحقیقات عجیبة وتدقیقات غریبة قاطعة ینشط بفهمها التعبان والکسلان فان بقی بعد ذلک ارتیاب لقوم یجحدون فبای حدیث بعده یومنون وانا المصدق

الفقیر محمد قاسم المتوطن فی کراچی بین ضلع سکھر السندھ عفی عنہ

(۴)

العبد الضعیف الراجی رحمۃ ربہ الغنی محمد ابراہیم الیاسینی عفا عنہ اللہ العلی ناظم جمعیۃ احناف صوبہ سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدک یا من ابدعت الخلق بفضلک العمیم وخلقت من بینہم الانسان فی احسن تقویم وجعلت فیہم حبیبک الکریم علی خلق عظیم وعلمتہ علم الاولین والاخرین علیہ صلوتک وسلامک وعلی آلہ وصحبہ اجمعین مندامت السموات ومهدت الارض الی یوم الدین اما بعد فرأیت رسالۃ عجیبۃ لہدایۃ اہل الزمان ومضامین غریبۃ لارشاد من مال طبعہ الی الغی والطغیان مسماۃ بطریق النجاۃ فانہا وسیلۃ لفلاح الدارین وذخیرۃ فی الحیوۃ وبعد الممات مبانیہا کانہا الیاقوت والمرجان ومعانیہا لم یطمثہن انس من قبل ولا جان ان کنت تبغی سبیل الرشد فی الحیوۃ فاکشف العلیل بما فی طریق النجاۃ واکحل بتوضیحہ عین البصیرۃ والزم علیک الحق بحسن الثبات وللہ در من انشا محامد ایقہا وحقق بالغوص العمیق حقائقہا وہو الامام الہمام والبحر القمقام واقف الاسرار الحکمیۃ جامع الانوار القدسیۃ حافظ ملک الکلام حاجی بیت اللہ الحرام حکیم امۃ سید المرسلین شیخ الاسلام والمسلمین سیدی وسندی ملاذی ومعتمدی حضرتنا محمد حسن الفاروقی المجددی صاحب سجادۃ مجدد الالف الثانی لازالت شموس فیضہ بازغۃ علی الاقاصی والادانی فہلموا یا اہل النہی لطالعۃ ہذہ الصحیفۃ العظمی وتعالوا

یا اھل الحجی لتتناول ھذہ الھدایۃ العلیا وانا المؤید الراجی رحمۃ ربہ الغنی محمد ابراھیم الیاسینی عفی عنہ اللہ العلی المدرس الاول بالمدرسۃ العربیۃ الواقعہ فی جیکب اباد سندھ۔

(۵)

فاضل اجل عالم اکمل مولینا مولوی محمد محسن شاہ صاحب مدرس اوّل مدرسہ عربیہ شہر پٹ میانصاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الی الحق والصواب والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا صاحب جوامع الکلم وفصل الخطاب اما بعد فدونک ایھا الساری للحق والجائی الی الرشد الاحق ھذ النبراس النیر فیہ نور وھدی للناس اعنی رسالۃ معظمۃ مفخمۃ مسماۃ بطریق النجاۃ" قد الفہا العلامۃ النحریر محرز قصبات السبق فی التقریر والتحریر العالم الالمعی والفاضل اللیلمعی مجمع الفضائل منبع الفواضل غصن روضۃ السماحۃ والبلاغۃ ثمرۃ دوحۃ اللسن والفصاحۃ من العرفاء العظام والشائخ الکرام اعنی سیدنا الحضرت الخواجہ محمد حسن جان السرھندی المجددی ابقاہ العلی القوی الذی کان غومعزالاسرار بالنسبۃ الی ذھنہ الوقاد ھنیۃ ونتائج الافکار بالاضافۃ الی طبعۃ النقاد بینۃ ونعم ما قیل لو لم یدل الوھم صیت جلالہ ماخیل طیف خیال سامی حالہ بکمالہ فی الاوج بدر کامل بحر محیط زاخر بنوالہ۔ فی کل علم عالم متبحر فی فن حلم عالم بحیالہ سحبان حی فی فصاحۃ نطقہ معن بلیغ البحل فی افضالہ۔ انا الفقیر الراجی الی رحمۃ اللہ محمد محسن علی الھاشمی عفی عنہ صمدہ مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ

من فت میانصاحب ؛

(۶)

عالم لوذعی فاضل یلمعی مولنا المولوی عبد النبی شاہ صاحب

امام وخطیب جامع مسجد حبیب اباد ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ وعلی الہ وصحبہ الذین جاھدوا فی سبیل اللہ اما بعد فقد رأیت رسالۃ عجیبۃ ومجالۃ غریبۃ مسماۃ بطریق النجاۃ فقد صنفھا من ھو وارث الانبیاء بمصداق صحیح واصفی العلماء بفضل صریح سراج امۃ سید المرسلین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت الخواجہ محمد حسن جان الفاروقی المجددی مد اللہ ظلہ العالی انا الفقیر الراجی الی رحمۃ اللہ سید عبد النبی شاہ عفی عنہ

(۷)

زبدۃ الفضلاء عمدۃ العلماء مولنا المولوی عبد الحی صاحب

سجادہ نشین درگاہ پٹ میانصاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نخصك اللھم بالحمد والثناء علی ما انعمت علینا من النعماء ونصلی علی حبیبك سید الانبیاء وعلی الہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء اما بعد فیا اھل النکات تعالوا الی طریق النجاۃ فانہ یوصلکم الی ثمرات الجنات وقد اوجدہ اکمل الکملاء افضل الفضلاء ابا رجع الذی ال الیہ کل شیخ وشاب والکامل الذی اب الیہ جمیع اولی الالباب ھادی الناس الی رب الاناس مولانا ومقتدانا حضرت الخواجہ محمد حسن جان الفاروقی السرھندی المجددی زین سجادۃ الامام الربانی فخر اخلاف مجدد الالف الثانی علی

اللہ تعالیٰ مقامہ واتم مرامہ آمین۔ وانا الفقیر عبدالحی عفی عنہ اللہ العلی صاحب سجادہ خانگاہ پت شریف۔

(۸)

فرید الدہر وحید العصر فصیح اللسان بلیغ البیان مولانا صاحبزادہ صاحب سلطان کوٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدالک اللّٰھم علی ما انعمت علینا بلطفک القدیم وصلوٰۃ علی من ارسلتہ الینا وسمیتہ بالرؤف الرحیم وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین ھم حماۃ الدین القویم اما بعد فقد طالعت الرسالۃ المسماۃ بطریق النجاۃ فرأیتھا کاسمہا وسیلۃ للنجاۃ من النیران والفوز فی حدایق الجنان فعلی اللہ اجر مصنفھا العلام ھادی الانام الی سبیل السلام قدوۃ الاولیاء العارفین امام العلماء المتقین حامل الرایۃ فی میدان التحقیق حائز قصبات السبق فی التدقیق شیخ الاسلام والمسلمین وارث مقامات الانبیاء والمرسلین حضرتنا المخی اجہ محمد حسن الفاروقی المجددی اعز اللہ بوجودہ الاسلام وانام سجال جودہ علی الخاص والعام وانا المصدق الفقیر صاحبزادہ غفرلہ رب العباد۔

(۹)

جامع المعقول والمنقول واعظ الاسلام مدّاح سید الانام المولوی محمد سلیمان سلمہ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا ومصلیًا اما بعد فقد رأیت الرسالة المسماة بطریق النجاة فوجدتها کانها بحر مملو من الدرر البهیة وحدیقة متبسمة بالزهر الزهیة کافیه بهدایة الانام مفیدة للخاص والعام وقد الفها الامام شیخ الاسلام غوث الانام قدوة علماء الاعلام مجمع الفضل والکمال مرجع اهل المعارف والحال ذو الکرامات الظاهرة والمقامات الفاخرة منبع الانوار الباهرة والاسرار الزاهرة حکیم الامة محی السنة مولٰنا ومقتدانا حضرت الخواجه المجددی لازالت بدور برکاته طالعة وشموس هدایاته ساطعه۔

وانا المفتقر الی الله المنان محمد سلیمان واعظ الاسلام

عفی الله العلام

(۱۰)

حضرت مولانا الفاضل الکامل العالم العامل المولوی الحاج الحافظ حضرت میاں لعل محمد صاحب ساکن مٹاری

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی الی طریق النجاة هدانا والصلوٰة والسلام علی رسوله الذی الی سواء الصراط دعانا وعلی اٰله واصحابه الذین هم نجوم الاهتداء فاقتداءهم کفانا اما بعد فانی قد طالعت رسالة عجیبة غریبة وصحیفة شریفة لطیفة مسماة بطریق النجاة هل هی الا عین النجاة فاسمها موافق للمسماة من حفظها وعمل بها فقد نجی بهدی ومن ترکها ولم یعمل بها فقد

غوی وهوی وهذه رسالہ مشتملہ علی الدرر البهیة والغرر الزکیة وعلی اللطائف الحقانیة والنکات الربانیة وعلی الاسرار القرآنیة والرموز الاحادیث النبویة وعلی المسائل الشریعة والمعارف الالهیة فعلیکم ان تعضوا علیها بالنواجذ ولله در المصنف الذی هو البحر الزخار والغیث المدرار العالم الربانی محی السنة ماحی البدعة شمس العلماء وتاج الکملاء صدر الفضلاء والاتقیاء بدر الصلحاء والاولیاء امام العارفین قدوة الواصلین جدیر لان یکتفی فی حقه علی ما اورده العلامة التفتازانی الی لایدرکه الواصف المطری خصائصه وان یک واصفا فی کل ما وصفا متع الله المقتبسین بطول بقائه ودوام ظهور ارشاده حیث افاد واجاد فی الرسالة بجمیع طرق النجاة المفیدة للخاص والعام المعینة للکلمة الطیبة لدی الاختتام الحمد لله رب العلمین الی یوم القیام "

انا المصدق الفقیر الی رحمة الله الصمد لعل محمد المتعلوی صانه القوی عن ذنبه الخفی والجلی

(۱۱)

الفاضل الاجلّ المولوی الحاج عبد القیوم مدرس العربیة فی ٹنڈہ سائیں داد

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لمن هو مکرم الانسان ومعلم علم البیان ومهدیه طریق النجاة والکفران والصلوة علی من هو المنقذ من النیران والشفیع المتشفع یوم المیزان وعلی اله واصحابه الذین هم

کالنجوم لاھل الایمان اما بعد فانی قد قرأت ھذا الکتاب المستطاب من اولہ الی اخرہ وطالعت ما فیہ من نکاتہ واسرارہ فوجدتہ منطقا بالحق ومصدقا لما نطق بالصدق وصراطاً مستقیما الی الجنۃ وطریقا ناجیا للانس والجنۃ فمن اخذ بہ وعمل علیہ اھتدی ونجی ومن اعرض عنہ وانکر بہ ضل وطغی لانہ خلاصۃ ما انزل من الرحمٰن وزبدۃ ما ورد من سید الانس والجان فلازمہ یا ذا الحجی فانہ یجلوا العمی ولن تری مثلہ من المؤلفات مشتملا علی جمیع الکمالات کیف لا ومؤلفہ ھو الجامع بین الشریعۃ والحقیقۃ قیوم الزمان مرجع الانس والجان بحر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ معدن الفیوض الترابیہ برھان الملۃ والدین قاطع اعناق الملحدین سیدنا ومولانا ومرشدنا ادام اللہ تعالیٰ فیوضہم وبرکاتہم علینا فھلموا ایھا الناس الی ھذا النبراس فھو اساس الدین واستنیروا منہ قلوبکم تفوزوا برضاء الرحمٰن یوم یقوم الناس لرب العالمین والسلام اولا واخرا واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

الحقیر المھموم عبد القیوم عفا اللہ عنہ المدرس فی نشٰوہ سائیں داد صانہا اللہ عن الشرور والفساد۔

(۱۲)

مولانا الفاضل العارف الکامل مولوی لعل محمد صاحب الافغانی مدرس العربیہ فی کوئٹہ بلوچستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الخلق فرقا وشیعا بعد ان کانوا علی ملۃ واحدۃ لیحق الحق بکلماتہ ویدحض الباطل دحضۃ کاملۃ والصلوۃ علی صفوۃ

جنۃ المأوی خالدًا فی القصور والغرفات وانا الفقیر الحقیر لعل محمد حفظہ اللہ عن موجبات لغی والنکد وکان سواد ھذا البیاض بثالث عشر شہر محرم الحرام سنہ الف وثلثمائۃ وخمسین من ہجرۃ خیر الاولین والآخرین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات" لعل محمد بقلم خود۔

(۱۳)

مولانا الفاضل الالمعی حضرت محمد نور بخش الحنفی النقشبندی المتوکلی

مصنف تحفۂ شیعہ واقوال الصحیحہ وکتاب البرزخ و شرح قصیدۂ بردہ بزبان عربی وغیرہ من تصانیف المفیدۃ سلمہ ربہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اما بعد فقد طالعت الرسالۃ الوجیزۃ الموسومۃ بطریق النجاۃ للعالم الربانی الخواجہ محمد حسن الفاروقی المجددی زین سجادۃ الامام الربانی مجدد الالف الثانی رضی اللہ تعالی عنہ فوجدتھا مشتملۃ علی اھمات مسائل الکلام والفقہ والتصوف المشار الیہا فی حدیث جبرئیل علیہ السلام الفہا المصنف العلام علی اسلوب جدید لا تستوعرہ الافہام واتی فیہا بالبراھین النقلیۃ والدلائل العقلیۃ علی اثبات العقائد الصحیحۃ مع الرد

الانبیاء و نخبۃ النجباء ارسلہ لیظہرہ علی الدین کلہ ولوکرہ الکافرون وعلی آلہ واصحابہ الذین سلکوا طریقہ وبہدیہ ہادون ۔

اما بعد فقد وصل الینا کتاب طریق النجاۃ و التبصیر و توأمتہ رسالۃ التنویر فی مسئلۃ التقدیر طالعتہما فوجدتہما روضتان بل لمن خاف مقام ربہ جنتان افنانہما الکلمات الفصیحۃ والبلیغۃ وان واثہما بعینان تجریان من بحور الادلۃ العقلیۃ والنقلیۃ و ثمارہما التخلیص من العقائد الفضیحۃ الشنیعۃ تحتویان علی صحیح معتقد فرقۃ الناجیۃ ورد شبہات فرق الناریۃ خصوصاً من الملاحدۃ الدہریۃ فہما کاسمہما طریقا نجاۃ وتنویر لاسیما فی زمان صار مصابیح الاسلام طافئۃ و اعلام الکفرۃ رافعۃ والناس کالنتیجۃ للاخس الارذل تابعین نصاری واہمکین فی عادات المخالفین ثم متاثرین لعقائد المشرکین حتی صار الاسلام غریباً کما نطق بہ الصادق الامین فعلیکم ایہا الناس ان تعضوا علیہما بالنواجذ لان الزمان بمثلہ بخیل کیف لا وہی من فرائد اللآل لمولانا و بالفضل اولنا جامع اشتات الشریعۃ والحقیقۃ مانع بدعات القدیمۃ والحدیثۃ الثمر الفائق فی الدوحۃ العلیۃ النقشبندیۃ والنخل الباسق فی حدیقۃ الغاروتیۃ المجددیۃ مولنا الحاج حضرت محمد حسن حفظہ اللہ عن موجبات الکسل والحزن والحرج بان یقول فیہ اللسن اوتی الفضل والتقی طرا ذالک فضل اللہ لمن نعمات حاط طبعا مکارم الاخلاق ناطقا بالطبع فصیح الکلمات لم یزل شغلہ بعلم الدین لم یضیع ساعۃ من الساعات فاہتدی الخلق باستقامتہ واستنارت بنورہ الظلمات ناصر الشرع مقتدی الاسلام ناشر الدین جامع الاشتات ما رأینا کمثلہ احداً دفع ادثک بالیقینیات رب ادخلہ

ابلیغ علی الفرق الضالۃ لاسیما الدھریۃ والروافض والخوارج والوھابیۃ الھندیۃ وتلیھا الرسالۃ الاخری لہ ایضا المسماۃ بالتنویر فی بیان مسئلۃ التقدیر۔ للہ درہ حیث اوضح مسلک اھل السنۃ والجماعۃ فی تلک المسئلۃ المشھورۃ۔ واستدل بنصوص الکتاب علی ان الصراط المستقیم بین القدر والارجاء فجزی اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔ ھذا ومطالعۃ کلتا الرسالتین نافعۃ جداً لاصلاح العقائد والاعمال۔ فی ھذا الزمان البدع والفتن والضلال۔

اللھم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر واجعل عواقب امورنا بالخیر وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و وسیلتنا فی الدارین محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد الاسیر بذنبہ الغافل عن عیوبہ الراجی رحمۃ ربہ محمد نور بخش الحنفی النقشبندی التوکلی۔ چک قاضیان ۱۱۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ

تازہ مطبوعات

تحفہ حنفیہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب فقہ اکبر اصل عربی مع ترجمہ، تذکرہ امامِ اعظم، تدوینِ فقہ حنفیہ، مسئلہ تقلید اور فضائلِ علم و علماء جیسے اہم موضوعات پر عُمدہ کتاب ہے۔ قیمت: ۱۲/۰ روپے

مولودِ محمود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ میلاد شریف پر ایک یادگار کتاب ہے۔ پڑھکر اپنے ایمان کو تازہ فرمایئے۔ قیمت ۵/۲۵ روپے

نور و نکہت مشہور شاعر اور مداحِ رسول جناب فیاض احمد خان کاوش صاحب کا نورانی کلام۔ حمد، نعت، سلام، منقبت اور قطعات کا مہکتا ہوا گلدستہ۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے

پنج گنج قادری حضرت غوثِ پاک قدس سرہٗ کے روح پرور کلام سے پانچ جواہر پارے مع ترجمہ جو صدیوں سے بزرگانِ دین کا وظیفہ ہیں۔

۱۔ اورادِ قادریہ ۲۔ درود شریف کبریت احمر ۳۔ قصیدہ غوثیہ

۴۔ قصیدہ قطبیہ اور چہل کاف

قیمت صرف ۲/۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ

بسم الله الرحمن الرحيم

قال النبي صلى الله عليه وسلم الصلواة عماد الدين من اقامها

فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين الحديث

طريق الثبات

ارکانِ دین

توضیح العقائد (رکن دین : حصہ اول)

۵/۲۵ روپے

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان کی مستند تفصیلات اس میں موجود ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ (رکن دین : حصہ دوم)

-/۶ روپے ، مجلد ۸/۲۵ روپے

ہر قسم کی ناپاکی سے طہارت، وضو، غسل نیز نمازوں کے اوقات و مسائل اور تمام دنوں اور سال بھر کی نفلی نمازوں کے فضائل و فوائد، باحوالہ

کتاب الزکوٰۃ (رکن دین : حصہ سوم)

۵/۲۵ روپے

زکوٰۃ و عشر کی فرضیت، فضائل، مسائل اور مصارف و فوائد وغیرہ پر تحقیقی کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔

کتاب الصیام (رکن دین : حصہ چہارم)

مجلد ۱۰/۵۰ روپے

رمضان المبارک اور پورے سال کے ہر قسم کے فرض اور نفل، روزوں کے فضائل و مسائل اور فوائد پر جامع کتاب ہے۔

کتاب الحج (رکن دین : حصہ پنجم)

مجلد -/۱۵ روپے

حج و عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کے مستند فضائل و مسائل اور دعائیں بھی دلنشین اور دل آویز انداز میں تحریر کئے گئے ہیں

تمام مسائل سوال و جواب کے طور پر آسان زبان میں لکھے

— ٹائٹل چار رنگا — طباعت عمدہ ، کاغذ سفید

اسلامی کتب خانہ ○ اقبال روڈ سیالکوٹ